آئینہ
اپنے ماضی کو مری شیشہ گری میں دیکھو
آئینہ ہے تو صداقت کی گواہی دے گا
پارس بدھوانی

بھجن، نعت، حمد، طنز و مزاح
کے علاوہ

غزلوں۔ گیتوں، نظموں، نغموں
کا مجموعہ

٥ پارس بدھوائی

کمار پبلشرس
"دویک درشن" پلاٹ نمبر ۱۴۰ ایس ٹی روڈ چمبور بمبئی ۷۱

کاتب : عبدالرشید مالیگانوی

ترتیب و تزئین : اجیت بدھوانی و لیشونت بدھوانی

سرِورق : پرکاش بھینڈرے ۔

انتخاب : سبھاش بدھوانی، سدرشن بدھوانی

ناشر : کمار بدھوانی

طباعت : آصف شیخ ۔ ینگ انڈیا پروسس اینڈ پرنٹس ۔ بمبئی ۸

سالِ اشاعت : ۱۹۸۵ء

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

قیمت : بیس ۲۰/ روپئے

فون نمبر ۵۱۱۵۲۵

• خط و کتابت کا پتہ •

کمار پبلشرس، وویک درشن پلاٹ ۱۴۰ الیس ٹی روڈ چمبور بمبئی ۷۱

آئینہ ـــــ پارس بُدھوانی

فہرست

۱ - کہ مجھے گفتگو عوام سے ہے -
۲ - ایک فنکار، ایک باپ
۳ - انتساب
۴ - یا غفّار یا قدّوس ....(حمد)
۵ - اے رسولؐ انسانیت کے (نعت)
۶ - ہری تم ہو پر بھو تم ہی ہو (بھجن)
۷ - او سائیں بابا، سائیں بابا (بھجن)
۸ - جو ٹکرائی بادل سے بادل کی عظمت (نظم)
۹ - رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا (نظم)
۱۰ - واہ ری قسمت تیرے کھیل (مزاحیہ)
۱۱ - اِن نرگسی آنکھوں میں (غزل)
۱۲ - میں طوائف ہوں (مُجرا)
۱۳ - کام اچھے تم کرتے جاؤ (نظم)
۱۴ - آجا او میرے یارا (رقص)
۱۵ - اے آسماں بتا دے (نظم)
۱۶ - یہ یاروں کی محفل بہم ہو رہی ہے (سہرا)
۱۷ - وہیں یہ آ کے بیٹھا ہوں (غزل)
۱۸ - میں نہیں کلاکار رنگ منچ کا (مزاحیہ)
۱۹ - ابھی تو منزل تکمیل پر ہے کالونی (طنزیہ)
۲۰ - شراب خانہ خراب (مکالمہ)
۲۱ - مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا (گیت)
۲۲ - آن ملوا نے بچھڑے ساتھی (گیت)
۲۳ - ہر پل اُجلا اجلا میرا (نظم)
۲۴ - چُنری ہٹ کے سر سے (گیت)
۲۵ - بڑھاپے کی شادی (ڈرامہ)
۲۶ - ہم مالک تیری سنتان (بچوں کیلئے)
۲۷ - میرے منّے مکھڑا کھول (سالگرہ)
۲۸ - لتا منگیشکر کے نام (نظم)

۲۹- خرچہ میرا زیادہ ہے (مزاحیہ)
۳۰- مگر مجھے پیار کرتے ہو (گیت)
۳۱- آج کے شبھ دن میرے مُنّے (سالگرہ)
۳۲- تو بھول جا اے جانِ جاں (گیت)
۳۳- پی کر آج انگوری لال (مزاحیہ)
۳۴- اے صنم یہ دل مرا (نظم)
۳۵- میرے بچّو میری بات پہ دھیان (ناصحانہ)
۳۶ غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی (گیت)
۳۷- یارو سنو سناتا ہوں میں (نظم)
۳۸- یہ بات سچے کی ہے یارا (گیت)
۳۹- گھِر گیا ہوں میں کالی گھٹامیں (نظم)
۴۰- مرے دوستو آج کی رات کو (نظم)
۴۱- بے دُم کا بندر (بچّوں کیلئے)
۴۲- اے مرے محبوب (نظم)
۴۳- اُس منچلے محبوب سے... (قوّالی)
۴۴- مِل جاؤ اگر تم ہم کو کبھی (غزل)
۴۵- روز صبح کو آتی جو (نظم)
۴۶- نور ہے چاروں طرف (قومیات)
۴۷- تو مالک کی دین ہے پوجا (سالگرہ)
۴۸- بمبئی والا آیا ہے (مزاحیہ)
۴۹- ہائے محبت کیا تری عظمت (نغمہ)
۵۰- اُلفت کا دم بھرنے والو (نظم)
۵۱- آؤں گا میں آؤں گا (نظم)
۵۲- کتنی حسین تھی شام بہاراں (نغمہ)
۵۳- ایک بندریا اور ایک بندر (بچّوں کیلئے)
۵۴- ہر حُسن کے مجنوں لاکھوں ہیں (غزل)
۵۵- دیکھو دیکھو شہر کی ناری (طنزیہ)
۵۶- دیکھو دیکھو شہری جوان (طنزیہ)
۵۷- دُنیا پاگل خانہ ہے (نظم)
۵۸- اب تو ایسا لگتا ہے مالک (طنزیہ)
۵۹- کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی (گیت)
۶۰- اندھیرے دل سے بھی (نظم)
۶۱- میرے بچّو یہ دُنیا تو (نظم)
۶۲- کلی ہمارے دل کی آج (سالگرہ)
۶۳- یہاں پہ اکثر بار بار (مجرا)
۶۴- بہت سے بہانے بناتے.... (نظم)

٦٥- زمانے سے کہدو (گیت)
٦٦- جب جب ترے لبوں کو (غزل)
٦٧ چل چل کے جو رک جائیں (گیت)
٦٨- بند لبوں کا تالہ کھول (طنزیہ)
٦٩- ساجن کے گھر جانے والی (بدائی)
٧٠- کوٹھے کی ایک شام (مکالمہ)
٧١- اُمنڈ امنڈ کے دِل بھر آئے (گیت)
٧٢- اے دردِ بے محل (رقص)
٧٣- پیٹر ہو یا فیلنی ہو (مزاحیہ)
٧٤- اے میری جان میری آن (گیت)
٧٥- ساحل پر جب اُٹھی لہر (گیت)
٧٦- صبح ہوئی تو پیڑ تلے (غزل)
٧٧- تم حسن پہ مت اتراؤ (نغمہ)
٧٨- دل سونپ کے ہم نے جیسے (نظم)
٧٩- آجا مرے جانی (رقص)
٨٠- پریم چند ہے میرا نام (مزاحیہ)
٨١- لڑائی کی بجائے (قومیات)
٨٢- اپنے آشیانے کا تِنکا (نظم)
٨٣- وہ جو گلشن میں مرے (غزل)
٨٤- میں نے اک کلی دیکھی (آزاد نظم)
٨٥- ایک مجبور زخمی الفت کو (نظم)
٨٦- اب حُسن و جوانی پر دُنیا (نظم)
٨٧- رگ رگ میں دوڑتی ہے (گیت)
٨٨- بہاروں میں نہ آئے تم (گیت)
٨٩- آپ سے ہے سرکار ہماری (مکالمہ)
٩٠- نغمۂ دِل ازل ہی سے (غزل)
٩١- میں نے بنگلے سے دیکھا (نظم)
٩٢- یہ ناز و ادا سب فانی ہے (نظم)
٩٣- ندی کے کنارے (نظم)
٩٤- دل سے دِل بھی ملاؤ گے (مُجرا)
٩٥- من کے میلے تن کے اُجلے (نظم)
٩٦- مالک مجھ سے واپس لے لے (گیت)
٩٧- کیسا اُجڑا پیار مرا (گیت)
٩٨- تری بستی میں آیا ہوں (گیت)
٩٩- زمانے کے تبسّم سے مجھے (غزل)
١٠٠- بہاروں میں آؤ نا آؤ (گیت)
١٠١- مالی نے سینچا پیارا گلشن (نظم)
١٠٢- اندرا گاندھی امر ہے (نظم)

"کہ مجھے گفتگو عوام سے ہے"

میرا مجموعۂ کلام "آئینہ" حاضرِ خدمت ہے۔
اس کتاب میں سنہ ۷۲ء سے سنہ ۸۴ء تک کا انتخاب شامل ہے۔ اس مجموعے
میں گیت بھی ہیں، نغمات بھی، نظم بھی، غزل، قطعے، حمد، نعت، بھجن غرض
کہ ہر صنف سخن کی معمولی جھلکیاں ہیں۔ آج کے موجودہ نظام پر یہ طنز و مزاح
کی پھبتیاں قارئین کی تفریحِ طبع کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں
کوئی باک نہیں ہے کہ میں نے زندگی کی کسی منزل پر اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا
ہے۔ محض تفنّنِ طبع کے لئے اشعار کہتا ہوں اور شعر کو تفریح سمجھتا ہوں۔
شاعری ایک بہت ہی اعلیٰ و ارفع فن ہے جس کے لئے سالہا سال کی
ریاضت اور جاں سوز کاوشوں کی ضرورت ہوتی ہے جس کی مجھے زندگی نے
کبھی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ شعر و ادب کے سلسلے میں میرا مطالعہ بھی

بہت محدود ہے۔ نہ میں نے کبھی شاعر بننا چاہا اور نہ کبھی فنِ شعر کے حصول
کے لئے کوئی جد و جہد کی۔ موزونیٔ طبع کے سہارے شعر کہتا ہوں۔ موسیقی کا
وجدان میرے لئے علم عروض کا نعم البدل رہا۔ اور شعر گوئی کا مقصد میرے
نزدیک اپنے جذبات کی آسودگی، اپنے اندر کی غنائیت کا وسیلۂ اظہار
اور سننے والوں کے لئے لطف و تفریح اور پند و نصائح کے علاوہ کبھی کچھ اور
نہ رہا۔ یہی وجہ تھی کہ میں ہمیشہ تنقید و تبصرہ سے بے نیاز اپنی ہی دنیا میں گم،
مطمئن، شاداں و فرحاں اور ستائش و صلے کی تمنّا سے بلند ہو کر اپنے دریافت
کردہ راستوں پر مسلسل سفر کرتا رہا۔

زبان کے سلسلے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ میں نے اپنے کلام کی فضا
کو بلند آہنگ لب و لہجے اور پُر شکوہ الفاظ کی گھن گرج سے محفوظ رکھا ہے۔
میں نے ایک عام آدمی کی زبان میں شعر کہے ہیں، جسے ہر شخص سمجھ سکے شعری
لوازمات، ادبیات عالیہ کا اسلوب، جدید شاعری کا لہجہ، تراکیب، ندرتِ بیان،
لفظی شعبدہ بازی وغیرہ میرے کلام میں عنقا ہیں بلکہ میرے کلام میں تجربات،
مشاہدات، حقیقت نگاری کے نشیب و فراز ہیں۔ حتّٰی کہ غزل میں بھی ہلکے
پھلکے، سیدھے سادھے اظہار کو عام فہم لفظوں میں مروّج کیا ہے۔ اسے آپ
گلیوں کی شاعری یا فلمی گیت نگاری کہہ لیجئے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

آیئے اب میں کچھ اپنی زندگی کے بارے میں بھی بتاتا چلوں،۔
میں جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں شکارپور میں ایک معزز سندھی خاندان میں پیدا

ہوا بچپن میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ جس کی وجہ سے میں ہمیشہ شفقتِ مادری سے محروم رہا۔ میرے والد آنجہانی گُرمکھ سینہہ بدھوانی صاحب محکمۂ P.W.D میں ایک اعلیٰ آفیسر تھے، حد سے بڑھی ہوئی مصروفیات کی وجہ سے میں ان کی عدم توجہی کا شکار ضرور ہوا مگر اس ایک واقعہ کو میں نے اپنی زندگی کا المیہ نہیں بنایا حالاں کہ میرے والد مجھ سے دُور رہے۔ لیکن اُن کی محبّت اور ان کا دستِ شفقت میں ہمیشہ اپنے سر پہ پاتا رہا۔ میرے ذاتی اخراجات کے سِلسلے میں انھوں نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ میری نانی نے مجھے ماں اور باپ دونوں ہی کی محبّت دی، اُن کی موسلادھار محبّت نے مجھے اِس قدر شرابور کر دیا کہ میرے بچپن کی معصومیت نے والدین کے پیار کی محرومی کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ میرے نانا صحافی تھے اور سندھ کانگریس کے صدر بھی تھے۔ انھیں دیش بھکت ویرو مل کے نام سے شہرت حاصِل تھی۔

میری حقیقی مادرِ گرامی کے انتقال کے بعد میری دوسری والدہ نے بھی میری شخصیت کی تربیت میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ انھوں نے مجھے زندگی کا چلن سِکھایا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ زندگی کے یہ تمام رموز بیکار ہیں۔ اگر تم نے لوگوں کا دِل جیتنے کی کوششیں نہیں کی۔ انھوں نے مجھے انسانوں سے پیار کرنا سِکھایا اور مجھ میں خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کیا غرض کہ اُن کی تربیت نے مجھ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جِس نے آگے چل کے مجھے بے حد مستفیض کیا جِس کے لئے میں اُن کا

شکر گزار ہوں۔

میری زندگی میں جب بھی کوئی دشواری آتی یا میں کچھ پریشانی محسوس کرتا تو گھر سے دُور ایک پیڑ کے نیچے چلا جاتا اور دیر تک اُس کی پُر سکون چھاؤں میں بیٹھ کر خود سے باتیں کیا کرتا۔ یہ میری عادت سی ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ مجھے محسوس ہونے لگا جیسے میری یہ خود کلامی شاعری ہے۔ میری باتیں منظوم ہوا کرتیں۔ پھر یُوں ہُوا کہ میں سکھّر چلا آیا۔ یہاں ایک فلاحی ادارہ تھا "سُندر سبھا" اس کی رُکنیت حاصل کر لی اور مختلف سماجی خدمات عرصے تک انجام دیتا رہا۔ امدادی پروگرام کے سلسلے میں ہمیں مختلف قسم کی تفریحی تقریبات بھی منعقد کرنی پڑتیں۔ اس سلسلے میں مجھے ڈرامے بھی لکھنے پڑے۔ مکالمے، گیت اور ہدایتکاری، سبھی کچھ حتیٰ کہ اپنے لکھے ہُوئے ڈراموں میں مَیں خود ہیرو بنکر اسٹیج پر اداکاری بھی کرنے لگا۔ میرے ڈرامے سماجی مسائل پر مبنی ہوا کرتے تھے۔ مجھے اس سلسلے میں کافی شہرت بھی حاصل ہُوئی اور میرے تحریری جذبے کو اس سے بڑی جلا مِلی۔ میرے لکھے ہوئے ڈراموں میں آشا۔ جے ہند۔ میرا سواحی۔ ایسا کیوں۔ ڈرو مالک سے وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

میرے لِکھے ہوئے گیت لوگوں نے پسند کئے تو شاعری سے میری لگن اور بڑھ گئی۔ مگر اس کے باوجود میں باقاعدہ شاعری نہیں کرتا تھا۔ قدم قدم پر میرے تجربات اور مشاہدات میری رہنمائی کرتے رہے۔ یہ ایک صداقت ہے کہ میں نے کبھی بھی کسی شاعر سے شرف تلمّذ حاصِل نہیں کیا۔ ذاتی طور سے میں غالب

میرؔ، اقبالؔ، آرزوؔ اور ساحرؔ کا شیدائی ہوں۔ جدید شعراء میں مجھے شکیبؔ، احمد فرازؔ قتیلؔ اور ناصر کاظمی نے بے حد متاثر کیا ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اُسی زمانے میں تقسیم ہند کا المیہ پیش آیا اور میں اپنا ماضی، اپنی معصومیت، اپنا بچپن، اپنی زمین ہر شئے چھوڑ کر بمبئی چلا آیا۔ نانی سے عطا کردہ حق و صداقت، دیانتداری اور سچائی۔ اور دوسری ماں کی نصیحت، پیار حاصل کرنے کی جدوجہد اور خدمتِ خلق کے جذبات کے علاوہ اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

زندگی شدید محنت کی طلبگار تھی وہ میں نے اُسے دیا۔ حالات جاں گسل جدوجہد کے متقاضی تھے۔ میں نے وہ تقاضے پورے کئے۔ وقت کو ذہانت سے بھرپور فیصلوں کی ضرورت تھی اس میں بھی میں نے مقدور بھر کوشش کی اور آخر کار زندگی کی منزلوں میں کامیاب و کامران رہا۔

حالات بھی عجب ستم ظریفی کرتے ہیں۔ میں جو حصولِ علم کا اتنا بڑا شائق تھا۔ میٹرک تک ہمیشہ اوّل آتا رہا۔ اور سدا کلاس مانیٹر رہا۔ میٹرک کے بعد عرصے تک تعلیم کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ پھر کچھ ہواؤں کے رُخ بدلے کچھ سکون حاصل ہوا تو میں نے تعلیم پر پھر توجہ دی اور بی۔اے آنرز کر لیا۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ حالات کیسے بھی ہوں۔ میرے اندر کا فنکار اپنی ترسیل کے لئے ہمیشہ راہیں تلاش کرتا رہا۔ لہٰذا بمبئی آ کے میں فلموں کی طرف متوجہ ہوا اور عرصہ تک ایکسٹرا میں کام کرتا رہا۔ اس طرح مجھے کئی فلموں میں اداکاری کے مواقع نصیب ہوئے۔ ہر فنکار چاہے وہ فن کے

کسی بھی شعبے سے وابستہ ہو اس کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ لوگ اُسے
پہچانیں اُسکی انفرادیت کو تسلیم کریں اور یہی شناخت فنکار کے لئے زادِ راہ ہوتی ہے
ایک عرصہ سے میری بھی خواہش تھی کہ میں نے زندگی بھر جو کچھ کہا ہے وہ شائع
ہو کر عوام کے سامنے آئے اور میں بھی اپنی شناخت کی منزلوں سے گذر سکوں، خدا کا
شکر ہے کہ میرے بڑے لڑکے کمار بدھوانی نے میری اس خواہش کو محسوس کیا اور
میری شعری خدمات کے اعتراف کے سلسلے میں اس کتاب کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔
میں اس سلسلے میں اُن کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

مجھے فلموں میں گیت نگاری کا بھی شوق ہے اور اس سلسلے میں جدوجہد بھی
کر رہا ہوں۔ کوئی صاحب اگر کوئی کلام فلم کے سلسلے میں لینا چاہیں تو وہ مجھ سے گفتگو
کر لیں تاکہ سچویشن کے مطابق ضروری تبدیلیاں کی جا سکیں۔

یقیناً موجودہ فلمی صنعت فنکاروں کی شناخت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔
گروپ ازم اور دیگر لعنتیں نئے فنکاروں، گیت کاروں کہانی کاروں کو آگے نہیں
بڑھنے دیتیں۔ مگر میں انقلابی تبدیلیوں سے مایوس نہیں ہوں اور آنے والے
کل کے سورج پر ایمان کی حد تک یقین رکھتا ہوں۔ اگر مجھے فلمی صنعت نے کچھ
کہنے کا موقع دیا تو میں اپنی انفرادیت ثابت کرنے کی مکمل کوشش کروں گا۔ محنت
اور لگن تو بڑے بڑے ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے۔

میں نے کچھ کہانیاں، افسانے اور ناولیں بھی تصنیف کی ہیں
اگر "آئینہ" کو شرفِ قبولیت ملا اور کچھ حوصلہ افزائی ہوئی تو عنقریب

وہ بھی پیش کرنے کی جرأت کروں گا۔

اب آپ "آئینہ" کا مطالعہ فرمائیں اور مجھے اجازت دیں۔

آپ سب کا

پارس بدھوانی

ودیک ورشن پلاٹ نمبر ۱۴۰۔ ایس ٹی روڈ چمبور بمبئی ۷۲

ایک فنکار ایک باپ

کمار بدھوانی

میں فنِ شعر گوئی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ہاں ایک عام آدمی کی طرح اچھی غزلوں اور عمدہ شعروں کو پسند ضرور کرتا ہوں اور پسند کا معیار بھی وہی عام آدمیوں جیسا ہے کہ جو بات دِل کو چھو جائے اور جذبات کو متاثر کر دے وہی عُمدہ اور موثر ہے۔ اپنے والدِ محترم جناب پرشو رام پارس بدھوانی صاحب کی فرمائش پر یہ چند سطور تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

دادا (ہم سب انھیں پیار سے دادا کہتے ہیں) کا مجموعۂ کلام "آئینہ" جب پہلی منزل پر میرے سامنے آیا تو میں عہدِ گذشتہ کے اُن ایام میں کھو گیا جہاں میرا بچپن معصومیت کی اُنگلی پکڑے، گھر کی دہلیز پر کھڑا اپنے باپ کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ تقسیمِ وطن سے پہلے کا ذکر ہے۔

میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدِ محترم کو زندگی کے ساتھ زبردست

جدوجہد کرتے ہوئے پایا۔ اُس زمانے میں بھی وہ سکھر میں "سُندر سبھا" کی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ یہ ایک فلاحی ادارہ تھا اور عوامی تقریبات کے ذریعہ فنڈ جمع کر کے غریبوں کی امداد کرتا تھا۔ دادا اُس کے پُر جوش اور سرگرم کارکن تھے۔ صبح میں جب بیدار ہوتا تو پتہ چلتا کہ وہ تو علی الصبح ہی گھر سے نکل چکے ہیں۔ رات گئے تک انتظار کے باوجود اُن کے درشن نہیں ہوتے تو دل بے چین ہو جاتا۔ غرض کہ کئی کئی دن دادا سے ملاقات نہ ہوتی۔ پھر میں سُندر سبھا کے دفتر چلا جاتا۔ دادا مجھے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے اور میں دوڑ کر اُن سے لپٹ جاتا۔ دلوں میں ہزاروں شکایتیں اور آنکھوں میں شکووں کا طوفان ہوتا مگر دادا کی ایک جادو بھری مسکراہٹ سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتی۔ اور میں یہ بھول جاتا کہ میں اُن سے خفا ہو کر یہاں آیا ہوں، مجھے لڑنا ہے۔ شکایتیں کرنا ہیں۔ پھر میں اُن کے گرد اُن کے چاہنے والوں کا ہجوم دیکھتا، ریہرسل دیکھتا۔ دادا کو ایکٹنگ کرتے دیکھتا۔ گانا گاتے اور مکالمے ادا کرتے دیکھتا۔ لوگوں کو تعریفیں کرتا ہوا دیکھتا تو میرا سر فخر سے اونچا ہو جاتا کہ میں ایک فنکار باپ کا بیٹا ہوں۔

دادا ہمیشہ ہی سے چلبلے اور بے چین قسم کے آدمی ہیں۔ زندگی کے ہر لمحہ میں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا میں نے انھیں سے سیکھا ہے۔ وہ سندر سبھا کی سرگرمیاں گھر میں بھی جاری رکھتے تھے۔ اکثر راتوں میں جب میری آنکھ کھل جاتی تو میں انھیں کچھ نہ کچھ لکھتے پاتا۔ کبھی گیت، کبھی مکالمے، کبھی ڈرامے لیکن ایک حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان کی فنکارانہ مصروفیات کا اثر ان کے فرائض پر کبھی نہیں پڑا۔ دادا اپنی کاروباری زندگی کی سرگرمیوں میں بھی اسی طرح مصروف رہتے اور اپنے بچّوں کو کبھی کسی قسم کی کوئی

تکلیف نہ ہونے دیتے یعنی اُن کے فن کا اثر ان کے فرائض پر کبھی نہیں پڑا۔ جہاں وہ ایک عمدہ فنکار تھے وہیں ایک محبت کرنے والے باپ، فرض شناس شوہر اور با اخلاق سربراہ خاندان تھے۔ محبّت، شفقت اور دیانت تو گویا ان کی فطرت میں رچ بس گئے ہیں۔ ان کی مسکراہٹ اس وقت بھی اُن کی شخصیت کا سب سے اہم حصّہ تھی جب وہ تیس ۳۰ روپئے ماہانہ تنخواہ پاتے تھے۔ یہ مسکراہٹ زندگی کی دشوار ترین منزلوں پر بھی اسی طرح قائم رہی اور آج جب مقدّر نے زندگی کی ہر خوشی اُن کے قدموں میں ڈھیر کردی ہے یہ مسکراہٹ کچھ زیادہ ہی گہری اور معنی خیز ہوگئی ہے۔ میں نے اُن کا کلام بارہا سُنا ہے۔ کبھی خود اُن کے منہ سے کبھی گلوکاروں کے مُنہ سے۔ مجھے جو بات دادا کے کلام میں بہت پسند ہے وہ ہے موضوع کی گہرائی اور سلیس زبان۔

آج کے اس مشینی دَور میں جب کہ انسان کو ہنسنے اور خوش ہونے کیلئے بھی وقت نکالنا پڑتا ہے ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی آپ کی باتیں سمجھنے کے لئے ہر وقت اپنے ساتھ لغت DICTIONERY نہیں رکھ سکتا اور یہ ایک بڑا ظلم ہوگا کہ آپ کا کلام آپ ہی سمجھیں یا پھر اہلِ زبان کا ایک مخصوص طبقہ سمجھے اور لطف اندوز ہو۔ لطف اندوزی کے یہ لمحات ایک عام آدمی کے لئے بھی اسی طرح ہونا چاہیئے جس طرح چاندنی، دھوپ، ہوا، پھول، خوشبو، رنگ اور برسات پر سارے انسانوں کا حق ہوتا ہے۔ اُسی طرح ادب چاہے وہ کسی بھی زبان کا ہو سب کے لئے عام ہونا چاہیئے اور اس کی زبان بھی ایسی ہو کہ ہر شخص کی سمجھ میں آجائے نہ کہ زبان کو مذہب، زمین اور نسل کے بدبودار روائتی شکنجوں میں اسیر کر کے اسے محدود کر دینا میں سمجھتا

ہوں کہ دُنیا کی سب سے بڑی تہذیبی بد دیانتی ہے۔ بہرحال یہ میرا ذاتی خیال ہے اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص میرے اس خیال سے متفق ہو۔ اسی طرح دادا کی شاعری بھی میری ذاتی پسند ہے جس کا اظہار میرا پیدائشی حق ہے۔

دادا کی شاعری کبھی کبھی دِل موہ لیتی ہے جیسے ان کی سادگی اور معصومیت اُن کی نظم "مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا" میں اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ سماجی باخبری اور سیاسی باشعوری اُن کے کلام کے ایک ایک لفظ میں بولتی ہے کہیں وہ نوجوان بن کر ہریجن لڑکی سے شادی کر کے اُسے سماجی حق دلانا چاہتے ہیں کہیں وہ سرمایہ داری سے بے زار ہو کر خُدا سے دُعا مانگنے لگتے ہیں کہ وہ اُن کی دولت واپس لے لے، کہیں غریبوں کی حالت پر نظم کہتے ہیں۔ کبھی غدارِ وطن، ذخیرہ اندوزوں اور تاجروں کو للکارتے ہیں اور کبھی کسی گلی میں کسی دوشیزہ کی عصمت لٹتے دیکھ کر تڑپ اُٹھتے ہیں۔ ان کی نظم "بجلی گرے گی" کو میں اس مجموعہ کی شاہکار نظموں میں شمار کرتا ہوں جو متعدد سماجی مسائل سے بحث کرتی ہے۔ اسی طرح اُن کی ایک اور عُمدہ نظم ہے "ندی کے کنارے" عام طور سے ندی کو ہمارے ادب میں بڑی رومانوی حیثیت حاصل ہے بلکہ اکثر گیتوں اور غزلوں میں تو ندی ایک محبوبہ کی علامت بھی ہے مگر دادا نے ندی کو دوسرے پہلوؤں سے دیکھا ہے اور وہاں بھی وہ سماجی مسائل پر سے جس مہارت سے پردہ اٹھاتے نظر آتے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ صرف دادا ہی کا حق ہے۔ نظم "وونڈروں سے خطاب" وہ سیاسی مسئلہ ہے جسے آج کی انسانیت نصف صدی سے بھگت رہی ہے۔

غرض کہ اس مختصر سے مجموعہ میں حمد، نعت، غزل، گیت، بھجن، نغمہ،

قطعے، رقص سبھی کچھ ہے۔ انہوں نے ہر موقع پر شعر کہے ہیں۔ زندگی کے
تقریباً ہر ایک موضوع پر انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔

دادا آج بھی شعر کہتے ہیں۔ بڑے ذوق و شوق اور لگن سے کبھی
دوکانوں میں، کبھی تجارت کی مصروفیات میں، کبھی کار میں دوران سفر اور کبھی گھر کی
خوابگاہ میں بس بیٹھے بیٹھے اچانک کھو سے جاتے ہیں اور ہم اُسے "آورد کا وقت"
سمجھ کر انھیں تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

میں چونکہ بچپن ہی سے اپنے فن کے تئیں اُن کی محنت اور لگن دیکھتا
آرہا تھا لہٰذا میری خواہش تھی کہ دادا کا کلام منظر عام پر آئے اور عوام بھی محظوظ ہوں،
اسی لئے میں نے اس کتاب کی اشاعت اپنا اوّلین فرض سمجھا اور اب جو کچھ بھی ہے،
جس طرح بھی ہے، حاضرِ خدمت ہے۔

قارئین کرام سے ایک التماس ضرور کروں گا کہ پڑھنے کے بعد وہ اپنی قیمتی
رائے سے ہمیں ضرور نوازیں عین نوازش ہوگی۔

عمار بدھوانی

دو یک درشن پلاٹ نمبر ۱۴۰ ایس ٹی روڈ
چیمبور بمبئی ۷۱

اپنی والدہ کے نام : جنھوں نے مجھے جنم دیا۔
اپنی مادرِ ثانی کے نام : جنھوں نے میری تربیت
کی اور مجھے ایک فکری انقلاب
سے دوچار کیا۔

حمد

حمد تری سب سے پہلے ہے تو ہی قادر تو ہی رحیم
یا قدوسؑ، یا غفارؑ، تو ہی بصیر و تو ہی علیم

لب قاصر، عاجز ہے زباں یہ تیرے آگے کیا ہو بیاں
ذرّہ ذرّہ تیرا ثنا خواں تجھ پر ہر اک راز عیاں
وحشی انسانوں کا جنگل بنتا جائے تیرا جہاں
تیری زمیں ہے ٹکڑے ٹکڑے اے مولائے ہفت اقلیم

حمد تری سب سے پہلے ....

سرحد، نسل، زباں کے جھگڑے جینے کے آزار ہوئے
ملک و قوم و وطن کے آگے سب جذبے بیکار ہوئے
مذہب و ملت، ذات اور فرقے نفرت کی دیوار ہوئے
انسانوں پہ نظر کرم ہو اے مرے آقا میرے کریم

حمد تری سب سے پہلے .....

نعت پاک

اے رسولِ انسانیت کے مرحبا
السّلام اے شاہِ ختم الانبیا

آج تک لوح و قلم شرمندہ ہیں
ایسا اُمّی صاحبِ قرآں ہوا

آج بھی بوڑھا فلک حیران ہے
یاد ہے شق القمر کا معجزہ

وہ اذاں جو آپ نے صحرا میں دی
گونجتی ہی جا رہی ہے مرحبا

اس کو پھر سورج کی کیوں حاجت رہے
آپ کا مِل جائے جس کو نقشِ پا

بندۂ عاصی کا بھی کہنا سلام
ہو گذر گر راہِ طیبہ سے صبا

پارس ہندی کو بھی یہ فخر ہے
ہو گیا عشقِ نبیؐ مجھ کو عطا
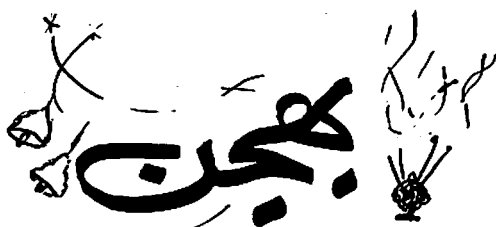
ہری تم ہو، پربھو تم ہی ہو تم ہو ہر جن ہیت کاری
سب کے کام بنانے والے پربھو تم ہو سکھ کاری

تیرے آگے ایک سمان، نردھن ہو یا ہو دھنوان
تیرے شرن میں آ کے سپھل ہیں جگ کے سارے نرناری

ہری تم ہو..........

سچے من سے کوئی دکھیارا چرنوں میں تیرے شیش جھکائے
دور اکا دھیش وہ تیری دیا سے من وانچت پھل پائے
اجلی بھور میں ڈھل جاتی ہے دکھ کی کالی رین اندھیاری

ہری تم ہو..........

لک چھپ کوئی پاپ کرے اور کپٹ سے جان چھڑائے
ایسا چھلیا بھی تو مالک تجھ سے بچ نہ پائے
راجہ ہو یا رنک کہ پرجا یا مندر کا کوئی پجاری

ہری تم ہو........

سائیں بابا

کل یُگ کا کرتار تُو ہے شکتی کا بھنڈار
اُلفت کا اوتار جو بانٹے جگ میں اپنا پیار

سائیں بابا او سائیں بابا

جہاں جوت سدا اس مالک کی اک سُورج جیسی لگتی ہے
جہاں پیڑا اور بلکتی بھوک پریم دیا سے پلتی ہے
سب کی خاطر کھُلا ہُوا ہے داتا کا دربار
کل یُگ کا کرتار تو ہے شکتی کا بھنڈار

سائیں بابا او سائیں بابا

یہاں ذات پات کا نام نہیں یہاں بھید بھاؤ کا کام نہیں
سب من کی مرادیں پاتے ہیں اور لگتا کوئی دام نہیں
سارے جہاں کو دیتا ہے جو ایک نظر سے پیار
کل یگ کا کرتار تو ہے شکتی کا بھنڈار

سائیں بابا او سائیں بابا

نورانی نظروں سے ہر دم سائیں دیتا سب کو گیان
بھو کے نربل انساں ہی میں بستا ہے بھگوان
ان کے ہی مسکان سے ہو گی دیش کی جے جے کار
کل یُگ کا کرتار تو ہے شکتی کا بھنڈار

سائیں بابا او سائیں بابا

اپنے من کی آشا کو جو اُجلے من سے لائے
سمجھ لو اُس کی خالی جھولی بابا ہی بھر پائے
روتے مُکھ پر آ جاتی ہے ہنستی ہوئی بہار
کل یُگ کا کرتار تو ہے شکتی کا بھنڈار

سائیں بابا او سائیں بابا

جو ٹکرائی بادل سے بادل کی عظمت
تو بجلی گرے گی

محبت سے الجھے گی باہم جو نفرت
تو بجلی گرے گی

یہ مجبوری، فاقہ کشی، بے لباسی
یہ رُخ پر اُداسی

اسی طرح ہوگی جو انساں کی ذلّت
تو بجلی گرے گی

نہیں کوئی پرساں ہے علم و ہنر کا،
نہ اہلِ نظر کا

یونہی دربدر جو پھرے گی لیاقت
تو بجلی گرے گی

سرِ راہ بکتے دِلوں کا یہ سودا
یہ دَولت کی دنیا

جو سڑکوں پہ نیلام ہوگی محبّت،
تو بجلی گرے گی

یہ مجبور بیوہ، یہ مُفلس جوانی
کہ ہے آگ پانی

اگر شعلہ بن جائے دلہن کی حسرت
تو بجلی گرے گی

یہ غدارِ قوم اور دشمن وطن کے
یہ تاجر چمن کے

لڑائیں گے قوموں کو ٹوٹے گی طاقت
تو بجلی گرے گی

سُلگتے ہیں ارمان ٹوٹے گھروں میں
دھڑکتے دِلوں میں

مِلی گر انہیں نا کہیں سے محبت
تو بجلی گرے گی

ملاوٹ سے دولت کماتے ہیں بندے — یہ ہیں کالے دھندے
اگر ان پہ ٹوٹی نہ کوئی قیامت — تو بجلی گرے گی

کروڑوں کی دولت چھپاتے ہیں سب سے — یہ قوم و وطن سے
نہ مل پایا ان کو اگر درسِ عبرت — تو بجلی گرے گی

یہ دولت کی مستی میں کلیاں مسلتے — گلوں کو کچلتے
بنی زندگی ان کی تصویرِ راحت — تو بجلی گرے گی

چھلکتے ہوئے جام پیتے ہیں شب بھر — غموں کو دبا کر
علاجِ غمِ دل ہوا جو مصیبت — تو بجلی گرے گی

یہ مکّار صنعت، یہ چالاک حرفت — یہ دوہری تجارت
رہی گر یہی تاجروں کی دیانت — تو بجلی گرے گی

دہکتی ہوئی آگ دل میں دبا کر — بدن کو جلا کر
جو کوٹھے پہ بیٹھی رہی یونہی عورت — تو بجلی گرے گی

ہر اک سمت شعلے برستے ہیں پارسؔ ہر اک پھول بے بس
نہ بدلی فضائے چمن کی حرارت تو بجلی گرے گی

○

"رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا"

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا
اک ذرا سا اثر نہیں ہوتا
دل کے روتے ہوئے فسانے کا

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا

پھر بہاروں میں آ گئے بھنورے
کچی کلیوں کو چومنے کے لئے
کوئی اپنا مگر نہیں آیا
دل کے ساغر کو چومنے کے لئے
اُن کو تو شوق بس یہ رہتا ہے
ہر حسین رنگ کو مٹانے کا

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا

مہکے مہکے گلابی گالوں پر
کچھ ہوس سے بھری نگاہیں ہیں
حسن معصوم اب کہاں جائے
آج کانٹوں سے لپٹی راہیں ہیں
اُن کو ہر وقت چاہیئے ہے نشہ
اپنی مستی میں ڈوب جانے کا

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا

گھنگھروؤں کی کھنک حسین چہرے
دل رُبا رقص بہکے نظارے
یہ نشیلی نظر کے شیدائی
یہ مہکتی سی زُلف کے مارے
یہ کسی کے نہیں بنے پارس
شوق ہے اِن کو دل لگانے کا

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا

رُوپیہ

روپیہ اِس اندھیر نگر میں سورج جیسا لگتا ہے
عشق خریدا حُسن خریدا لوگوں نے بازاروں میں
دُنیا کی ہر چیز بِکی ایمان بِکا، انسان بِکا،
کوئی نہ تاجر اُس دِل کا جو دیکھ رہا انگاروں میں

مزاحیہ

واہ ری قسمت تیرے کھیل

واہ ری قِسمت تیرے کھیل
انگلش پڑھ کر بیچیں تیل

کالج کی رنگین فضائیں جب سے پائی ڈگری
سچ کہتا ہوں اسی گھڑی سے اپنی قسمت بگڑی

سمٹ گئے سب حسین نظارے
بچھڑ گئے من میت ہمارے
کیوں نہ ہوا کاش میں فیل
واہ ری قِسمت تیرے کھیل

بھاگ کے گھر سے بمبئی آیا بننے فلم کا ہیرو
گلی گلی کی دھول چھان کر بن گیا میں تو زیرو
بٹن سوٹ کے ہو گئے ڈھیلے
گال گلابی پڑ گئے پیلے
بدن کے کپڑے ہو گئے سیل
واہ ری قِسمت تیرے کھیل

لاکھوں ارماں لیکر آیا بننے دلیپ کمار
سائرہ بانو تو کیا ملتی جوتے پڑے ہزار

رونی صورت بن گئی بھائی
سونا کھویا مٹی پائی
ہو گئے گنجے دکھڑے جھیل
واہ ری قسمت تیرے کھیل

قسمت نے بھروایا ہم سے یارو گھر گھر پانی
دو کوڑی میں بک گئی عزت بوڑھی ہوئی جوانی

بھک منگے بن گئے امیر
رعب جما کر بنے وزیر
تھک گیا میں تو کھا کر بھیل
واہ ری قسمت تیرے کھیل

○ ◯ ○

ان نرگسی آنکھوں نے دیوانہ بنایا ہے
میرے دلِ بسمل کا ہر زخم دکھایا ہے

جب تیرا حسیں پیکر آنکھوں میں اُترتا ہے
محسوس یہ ہوتا ہے میخانہ پلایا ہے

عارض کے گلابوں نے جب بھی ہمیں تڑپایا
ہم نے تری زلفوں کا احسان اٹھایا ہے

پھر چاندنی راتوں میں اُلفت بھری باتیں ہوں
ان اجلی فضاؤں نے پھر تم کو بلایا ہے

ہم شاہجہاں کب ہیں ممتاز نہیں تم بھی
اک تاج محل لیکن اس دل میں سجایا ہے

احساس مہکتا ہے، جذبات بہکتے ہیں
جب سے تری خوشبو کو سانسوں میں بسایا ہے

پوچھا گیا **پارس** سے جب وجہ جنوں کیا ہے
سَو بار زمانے کو اک نام بتایا ہے
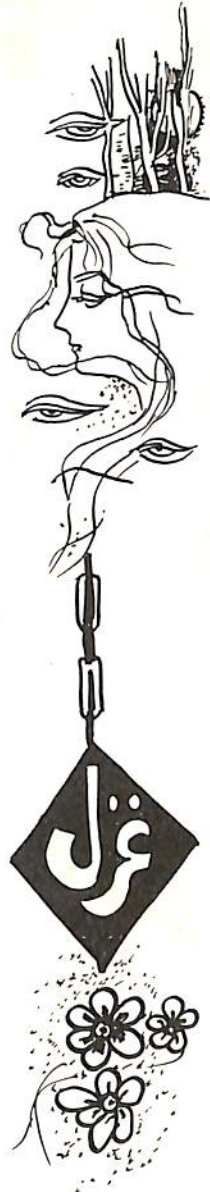
میں طوائف ہوں تمناؤں کا بازار بھی ہوں
صرف بکتی ہی نہیں ہوں میں خریدار بھی ہوں

جب جوانی تری طوفان سی بن جاتی ہے
پیاس نس نس میں سما کر تجھے تڑپاتی ہے
تب میں ساون کی برستی ہوئی جھنکار بھی ہوں

میں طوائف ہوں ....

زندگی میری زمانے میں کھلونا بن کر
رہ گئی آج فقط ایک بچھونا بن کر
مجھ کو سمجھو تو میں اقرار بھی انکار بھی ہوں

میں طوائف ہوں ....

شمع محفل ہوں ہر اک حال میں جلنا ہے مجھے
قطرہ قطرہ اسی طرح سے پگھلنا ہے مجھے
میں ترے جوشِ جوانی کی خریدار بھی ہوں

میں طوائف ہوں ....

اپنا فن، اپنی ادا، اپنا چلن، بیچتی ہوں
وقت آجائے تو میں اپنا بدن بیچتی ہوں
ایک بپھرا ہوا طوفان ہوں منجدھار بھی ہوں

میں طوائف ہوں.........

کام اچھے تم کرتے جاؤ ماتا کی شان بڑھاؤ
اندھیاروں میں دیپ جلاؤ بھک منگوں کو کام دلاؤ
ان پڑھ لوگوں کو بھی پڑھاؤ گرے ہوؤں کو اونچا اٹھاؤ
مال دبا کر گوداموں میں کالا دھن اب نہیں کماؤ

کام اچھے تم کرتے جاؤ ....

جینا ہے تو جیو تم ایسے کمل کھلے پانی میں جیسے
آج اگر تم رہو گے پیچھے کل آؤ گے آگے کیسے
کوشش کر کے بڑھتے جاؤ دیش دھجا کو اونچا اٹھاؤ

کام اچھے تم کرتے جاؤ ....

گاتے پنچھی چیخ رہے ہیں دیکھ چمن کی پامالی
گلشن جن کا جھلس گیا ہے جلی ہے جن کی ہر ڈالی
ایسی جگہ پہ بادل بن کر رم جھم ساون کی برساؤ

کام اچھے تم کرتے جاؤ ....

O

گیت

آجا او میرے یارا — اس درد دل نے مارا
اب تو رہا نہ کوئی — تیرے بنا سہارا

آجا او میرے یارا

تیرے لبوں کی لالی — نکلی بڑی نرالی
مل جائے یہ جو ہم کو — سمجھو کہ دنیا پالی
محفل میں گونج اٹھے — ڈسکو، غزل، ہزارا

آجا او میرے یارا

جب سے تجھے ہے دیکھا — اپنوں نے آنکھ بدلی
کوئی رہا نہ اپنا — تنہا ہوئی جوانی
یہ رات جب بھی آئی — ہم نے تجھے پکارا

آجا او میرے یارا

بیٹھی ہوں آس پر میں — آنگن سجادو میرا
دنیا میری اندھیری — کردو تم اب سویرا
روشن کرو خدارا — دھندلا ہے ہر نظارا

آجا او میرے یارا

پلکیں بچھا رہی ہوں — ہے انتظار تیرا
آواز دے رہا ہے — اب تجھ کو پیار میرا
جھیلے گا درد کب تک — معصوم دل بچارا

آجا او میرے یارا...

اے آسماں بتادے، مرا یار اب کہاں ہے
جس کے بغیر ہستی، روتی ہوئی خزاں ہے

جاؤں کہیں بھی لیکن لگتا نہیں مرا دل
میں کیا کروں بہاریں جب وہ نہیں ہے شامل
خاموش ہیں فضائیں سُونی پڑی ہے محفل
دُھندلا گئے ہیں رستے اور کھو گئی ہے منزل
یہ سر پٹکتی موجیں یہ جھاگ اُڑاتا ساحل

ارماں تڑپ رہے ہیں ہر آرزو ہے بسمل
ہر لمحہ زندگی کا گویا بنا ہے قاتل
کس کام کی یہ سانسیں کیا زندگی سے حاصل

تپتی ہوئی ہے زمیں ہے شعلوں کا آسماں ہے
اے آسماں بتادے ....

پھر ہونٹ سل گئے ہیں پھر چھا گئی خموشی
آنکھوں میں چبھ رہی ہے بھیگی ہوئی اُداسی
دِل کی رگوں میں کھنچتی بیتے دنوں کی مستی
اک میٹھی آسماں ہے اور یہ زمیں ذرا سی
دیوانہ وار پھرتا ہوں جستجو میں جس کی
بے کیف زندگی کی ہر اک ادا ہے پیاسی
پتھراؤ کر رہی ہے مجھ پر یہ دُنیا داری
اللہ رے زمانہ، یہ قدر ناشناسی

میرا جنون اُلفت اب عشق دو جہاں ہے
اے آسماں بتا دے ....

میں عشق ہوں جہاں میں مردم سے ہے سویرا
زلفوں کی مہکی شاموں میں ہے، مرا بسیرا
جس سمت دیکھتا ہوں اس سمت یار میرا
نہروں میں اُسکی جھلمل جھیلوں میں اُس کا سایہ
کلیوں میں اُسکی خوشبو پھولوں میں رنگ اُس کا
مہکے ہوئے نظاروں میں ہم نے اُس کو پایا
دِل میں چھپی ہے اُسکی دھڑکن میں اس کا نغمہ
آنکھوں میں اُس کا پیکر سانسوں میں اُسکا سایہ
سجدوں میں بھی اُسی کا مجھ کو خیال آیا

میرے لئے در اُس کا اِک سنگِ آستاں ہے
اے آسماں ....

زیرِ قدم فلک ہے میں عشق کا ہوں راہی
ہے میری ٹھوکروں میں اب تاج و تختِ شاہی
زیرِ نگیں رہی ہے شاہوں کی کج کلاہی
پھر رنگ لائی اک دن جب میری بے پناہی
وہ نالۂ شبینہ وہ آہِ صبح گاہی
رگ رگ میں بھر گئی تھی اک قوتِ الٰہی
جا پہنچی طور پر بھی پھر میری کم نگاہی
میری بلندیوں پر حیراں تھے مرغ و ماہی

ہر سانس ہے عبادت ہر آہ اک اذاں ہے
اے آسماں ....

اب کوہِ طور میری جرأت سے کانپتا ہے
چاروں طرف خموشی ہے دم بخود ہوا ہے
مشرق سے نور کا اک طوفان سا اٹھا ہے
صدیوں کا فاصلہ بھی اک پل میں مٹ گیا ہے
رگ رگ میں تیرتا اک مدہوش سا نشہ ہے
کوئی نہیں یہاں پر میں ہوں مرا خدا ہے

(موسیقی بدلتی ہے)

یکلخت کوہ طور کی دنیا بدل گئی ـــــ
میری صدا کی گونج اذانوں میں ڈھل گئی
عالم وہ نور کا تھا کہ ہر چیز جل گئی
سہمی ہوئی بصارتِ دل سر کے بل گئی

بجلی چمک کے کوندی تو اک غش سا آ گیا
اک آفتاب جیسے کہ مجھ میں سما گیا

پوچھا گیا کہ "کون" کہا "عشق دل فگار"
"کیوں آئے ہو یہاں"؟ تو کہا "جستجوئے یار"
"کیا چاہتے ہو"؟ "بس مرا محبوب چاہیئے"
"ایثار کیا کروگے"؟ "مری جان لیجیئے"

پھر غیب سے لرزتی ہوئی اک صدا اٹھی
اک پل میں راز عِشق کا سمجھا بُجھا گئی
"آفت رسیدہ عِشق نہیں ملتے پھر کبھی
نادان تیری سوچ ہے خود عشق کی نفی
پانے کی آرزو ہے فقط اک مجازی شئے
دراصل عشق وہ ہے حقیقی کہیں جسے
عشق حقیقی مر کے امر ہوتی ہے سدا
پھر جاوداں حیات کا لیتی ہے وہ مزا

○○○
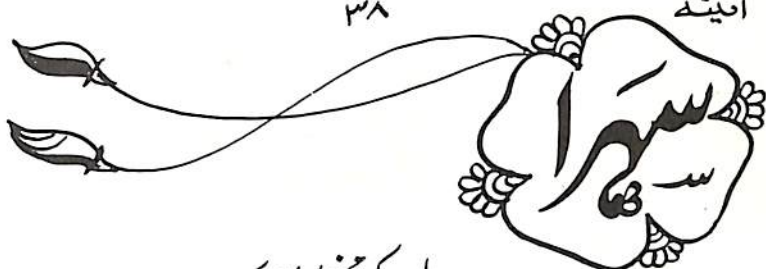
یہ یارو کی محفل بہم ہو رہی ہے
رقیبوں کی گردن بھی خم ہو رہی ہے

نشیلی فضائیں بہاروں سے بہتر
مناظر حسیں ہیں حسیں سے حسیں تر
اماؤس بھی اُجلی پُونم ہو رہی ہے
یہ یاروں کی محفل ....

بڑی دُوریوں سے تیرے یار آئے
یہ دل والے بیٹھے ہیں دھومیں مچائیں
حیا مستیوں میں بھی کم ہو رہی ہے
یہ یاروں کی محفل ....

مبارک ہو تجھکو محبّت اے ساقی،
سلامت رہے جوڑی دولہا دلہن کی
ملن کی حسیں رات نم ہو رہی ہے
یہ یاروں کی محفل ....

پھلے پھولے گلشن دُعا کر رہا ہوں
میں پھولوں سے جھولی تری بھر رہا ہوں
تمنّا ہر اک کی رقم ہو رہی ہے   یہ یاروں کی...

وہیں پر آ کے بیٹھا ہوں جہاں بچھڑے تھے تم اور ہم
چلے آؤ نہ تڑپاؤ مرے مونس، مرے، ہمدم

کھلی جب آنکھ میری تو گھرا کالی گھٹاؤں میں
میں بند آنکھوں کی دنیا میں بھلا بیٹھا تھا سایۂ غم

رقیبوں کا بھلا ہو، گھیر کے بیٹھے ہیں راہوں کو
یہی ہے آرزو اُن کی کہ مل پائیں کبھی نا ہم

یہ دل پھر بھی کہاں بھولا تمہارے پیار کو دلبر
یہ خوابوں میں بھی گاتا ہے تمہارے پیار کی سرگم

یہ اپنا کھیل اُلفت کا کہاں سب کو گوارا ہے
چلے ہیں یہ مٹانے کو ہمارے پیار کا سنگم

مگر ہم جو رہے محکم سدا اپنے ارادوں میں....
ہمارا کچھ نہ بگڑے گا دکھلے یہ جہاں دم خم

بتا دو بلبلوں کو بھی پتہ اپنے نشیمن کا
کہ یہ ہمسائے میرے ہیں مرے زخموں کے ہیں مرہم

مزاحیہ گیت

میں نہیں کلاکار رنگ منچ کا نہ فلموں کا نہ ٹی وی کا
میں جانی ہوں چھیل چھبیلا، بانکا نوکر بیوی کا

رانی جب بھی مجھ سے روٹھے، بجلی جیسے مجھ پر ٹوٹے
اُسکی خاطر ہنس کر مانجھوں، گھر کے سارے برتن جھوٹے
کرُوں چاکری سیٹھانی کی، جیسے گھر کی سیوکا
میں نہیں کلاکار رنگ منچ کا نہ فلموں کا نہ ٹی وی کا

اُس کے اشاروں پر میں ناچوں بندر جیسے قلندر کا
میں تو پریم پجاری ہوں پر محبوبہ کے مندر کا
دِل میں بٹھایا میں نے مکھڑا روپ نگر کی دیوی کا
میں نہیں کلاکار رنگ منچ کا ....

ایک روز جب صبح کے چار مجھ سے مانگا کھانا
اُٹھ کر فوراً لگا کام پر، جیسے باورچی ہو پرانا
ایسا مشرن کر دیا میں نے پل بھر میں یہ مست فرائے
دے نہ سکے جو تاج محل یا ہوٹل اوبرائے
غصّے میں بولی چلبلی دُور ہٹا یہ گل گلی
میں کیا کوئی فوجی ہوں جو کھاؤں یہ کھانا نیوی کا
میں نہیں کلاکار رنگ منچ کا ....

ابھی تو منزل تکمیل پر ہے کالونی
ہمیں یہاں کے ہر اک شخص سے محبت ہے
ذرا سا صبر کریں یہ چناؤ ہو جائے
تو پھر یہ بستی تو بس آپ کی امانت ہے

ستونِ نور نہیں نصب ہو سکے اب تک
ابھی اُجالا نہیں ہے چراغ گلیوں میں
ابھی بہار نہیں آئی زرد پھولوں پر
ابھی تو جان نہیں ہے حسین کلیوں میں
ہمارا وعدۂ فردا ابھی اک ضمانت ہے

نہیں ہے پانی تو کیا غم کہ ہم تو ہیں موجود
یہاں بہائیں گے اک روز دودھ کی ندیاں
بس ایک ووٹ عنایت اگر ہمیں کر دیں
تو ہم مراد سے بھر دیں گے آپ کا داماں
پھر آ کے دیکھئے ہم کو بھی کتنی چاہت ہے

ہمیں یہاں کے ہر اک شخص سے محبّت ہے

کوئی نہ ہوگا یہاں ننگا بھوکا وعدہ ہے
رحیم عید کرے، رام کی دیوالی ہے
جو ووٹ آپ ہمیں دیں تو ہم ابھی کہہ دیں
ہر ایک کنبہ کی قسمت بدلنے والی ہے
یقیں کریں نہ کریں آپ یہ حقیقت ہے

ہمیں یہاں کے ہر اک شخص سے محبّت ہے

○

عُمرِ گذشتہ

راتوں کو چیختی ہیں اندھیروں کی ساعتیں
ہر لمحہ روشنی کا اٹھا لے گیا کوئی
ہریالیوں کے رنگ کو پت جھڑ نے ڈس لیا
موسم حسیں بدن کے چُرا لے گیا کوئی

○

(ڈرامہ)

(کردار): امین - مزدور اور ساتھی (کورس)

امین: آج ڈھنڈورا پیٹوں سکھ کا آؤ پیو اور پلاؤ
لیکر بوتل ہاتھ میں یارو، جیون کا سکھ پاؤ

مزدور: بھیتر سے یہ کالی ناگن باہر سے ہے لال نقاب
کبھی نہ یارو اس کو چھونا یہ دارو ہے خانہ خراب

(میوزک شروع ہوتا ہے)

کورس: سن رے بھیا کالو، سن رے بھیا لالو....
رات ہمارے گھر میں باپ بنے تھے بھالو
چھت میں جھولے لٹک لٹک کر
ناچے ایسے مٹک مٹک کر
گانا گائے اٹک اٹک کر
گرے زمیں پر ٹپک ٹپک کر

شراب
خانہ
خراب

مزدور: میں تو بھیا ڈر گیا ایکدم بھاگا آیا ماں کے پاس
میرا مکھڑا چوم کے اماں بولیں دارو تیرا ناس
روٹی چھن گئی عزت لٹ گئی، اتنی جس کا نہیں حساب
کبھی نہ اس کو چھونا ....
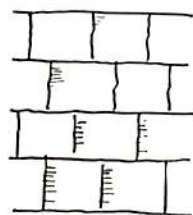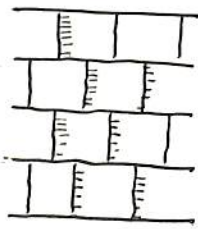
امیر : سُن رے بھیا کالو سن رے بھیا لالو
دیکھو ہماری پیاری بوتل کتنی ہے دیالو
باپ ہمارا شام کو جب بھی دفتر سے گھر آئے
غصّہ کرتا بڑبڑ کرتا سب کو آنکھ دکھائے
ممّی کو معلوم ہے سب کچھ کیا پپا کو بھائے
فوراً بوتل الماری سے لا کر اُنھیں تھمائے
جس کے پینے سے ڈیڈی کے منہ پر رونق آئے
میرا بیٹا کہہ کر مجھ کو اپنی گود بٹھائے
ناچے جھُوم کے ممّی کو پھر ڈھیر سے نوٹ تھمائے
اسی لئے کہتا ہوں یارو وسکی موسی کو اپناؤ
لیکر بوتل ہاتھ میں یارو جیون کا سُکھ پاؤ

مزدور : گرج رہے تھے کالے بادل تھی وہ کالی رات
میں اور پپّو اماں تھیں اور کوئی نہیں تھا سات
پپّو تپ میں بلک رہا تھا اماں تھی گھبرائی
رو کر میری اماں بولی لائے کون دوائی؟
اتنے میں دروازے پر پھر پڑی زور سے لات
کھول کے دیکھا ابّا تھے تھی بوتل جن کے ہات
اماں بولیں لٹ گئی میں تو دوا کے بدلے شراب
پپّو ہم کو چھوڑ گیا بھیا ہوا ہے خانہ خراب

کورس : اب تو بولو لالو بھیا، کیا ہے خیال تمہارا ....
امید : کان پکڑ کے کہتا ہوں تو جیت گیا میں ہارا

دونوں : عرض یہ بچّوں کی سُن لو تم ہاتھ جوڑ کے کہیں جناب
کبھی نہ اِس دارُو کو چھونا یہ دارُو ہے خانہ خراب

مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا

مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا
مگر جو من میں بس جائے
بُھلایا بھی نہیں جاتا
مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا

تڑپنا، چیخنا، رونا،
سبھی کچھ اِک تماشہ ہے
مَیں اُن ہاتھوں سے ناواقف
مِرا کیا اُن سے رشتہ ہے
مگر موقع کوئی آئے
نبھا لیتا ہوں میں ناتا
مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا

کسکتے آہوں نالوں سے
بہت ہی بے خبر ہوں میں
نہیں جو عشق میں چلتی
اک ایسی رہگذر ہوں میں
کسی دوشیزۂ گل سے
کبھی بھی میں نہ کتراتا
مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا

رہا نہ اس قدر بے بس
کہ آؤں عشق کے بس میں
زباں پر ناز ہے اتنا
نہیں کھاتا کبھی قسمیں
وہ جب معذور ہوتا ہے
تو میں اُڑ کر چلا جاتا

مجھے تو پیار کرنا بھی نہیں آتا

کوئی نشتر محبّت کا
کبھی جو دِل میں چبھ جائے
تو پھر میرا دلِ ناداں
نئی اِک زندگی پائے
میں مجنوں کی طرح پارس
کوئی پتھّر نہیں کھاتا

مجھے تو پیار کرنا ہی نہیں آتا
مگر جو من میں بس جائے
بھلایا بھی نہیں جاتا

"ساون کے بچھڑوں سے"

آن مِلو اے بچھڑے ساتھی تڑپ رہے ہیں یادوں میں
سچ کہتا ہوں جان مری کچھ کھوٹ نہیں ہے ارادوں میں

جھیل کنارے ساون میں جب پریم گیت کے میلے تھے
مہک رہے ہیں اب بھی وہ رستے جہاں یہ ہم تم کھیلے تھے
من تو مل گئے اُسی لہر میں ملیں گے کب ہم باہنوں میں

آن مِلو بچھڑے ساتھی ....

گلشن کا ہر ذرّہ ذرّہ مہک اُٹھا ہے بہاروں میں
بنا تمہارے رہی نہ رونق آج انھیں گلزاروں میں
لیکن ہم جی رہے ہیں اب تک تیرے جھوٹے وعدوں میں

آن مِلو اے بچھڑے ساتھی ....

تجھ کو پا کر بہک اُٹھا تھا میں اک رنگین محفل میں
پیار کی اٹھتی گرتی لہریں شور مچانے لگیں دل میں
خوابوں کی خوش رنگ دھنک لہرائے میری آنکھوں میں

آنِ مِلو اے بچھڑے ساتھی ....

"ہرپل اُجلا اُجلا میرا"

بار بار آنگن میں میرے سدا ہی آتا ہے بھگوان
جس نے ایک نظر سے کردی میری ہر مشکل آسان
قدم قدم پر ٹھوکر کھاکر بھٹک رہا تھا راہوں میں
مالک نے مرا ہاتھ پکڑ کر لے لیا اپنی باہوں میں
غیروں سے بھی مجھے دلایا اُس نے اُلفت کا وردان

بار بار آنگن میں میرے ....

پھولوں کے بدلے جب جب پائے میں نے آڑے ترچھے کانٹے
تب تب ہاتھ پکڑ کر اُس نے مجھے دیئے ہیں نئے دلاسے
ہر پل اُجلا اُجلا میرا روشن میرا جہان

بار بار آنگن میں میرے ....

فساد ہو یا دنگا، جھگڑا یا کوئی خونی خطرہ
مجھکو کوئی ضرر نہ پہونچا ہر رستے سے ہنستا گذرا
بیچ بھنور سے بچ نکلا میں ہو کر ہر شئے سے انجان

بار بار آنگن میں میرے ......

شکایت

چُنری ہٹا کے سر سے ہونٹوں سے جو لگا دی
مری کس خطا کی تم نے اتنی بڑی سزا دی

تم نے قرار لُوٹا اور درد دل بڑھایا
تنہائی کی تڑپ دی میرا سکون چھینا
میں نے تو اپنے دِل میں جانی تمہیں جگہ دی

چُنری ہٹا کے ....

ہر بار یاد آنا سپنوں میں بھی ستانا
اپنی جھلک دکھا کے بس دُور دُور جانا
میں نے ہر اک جگہ سے لیکن تمہیں صدا دی

چُنری ہٹا کے سر سے ......

سوچا تھا میرے ارماں اِک روز ہونگے پورے
اُف کیسا یہ ستم ہے سب رہ گئے ادھورے
تم نے تڑپ وفا کی کچھ اور ہی بڑھا دی

چُنری ہٹا کے ....

تیری تلاش میں ہم گذرے کہاں سے پیارے
حیراں ہیں چاند تارے اور دنگ ہیں نظارے
ہم نے ہر ایک ڈُوری دھرتی سے اب مٹا دی .

چنری ہٹا کے ....
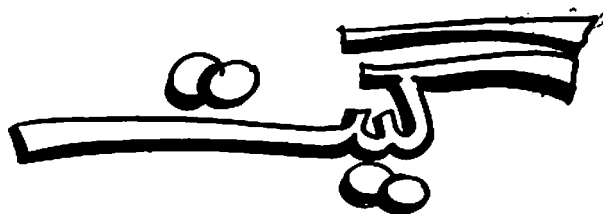
آجاؤ مہربان، محفل کی تم ہو شان
راہوں میں آ بچھا دوں پلکیں یہ میری جان

یہ جسم جوانی پریم نشانی تیرے لئے ہے
رُت یہ سُہانی من کی کہانی تیرے لئے ہے
ہم کوہ نور ہیں اور تم ہو قدر دان

آجاؤ مہربان ....

(مزاحیہ ڈرامہ)

کِردار : ایک کرسچن جوڑا
ایک بوڑھا

عاشِق : تیری بیوٹی کا یہ غلام
کرتا ہے جھک جھک کے سلام
دیدہِ عاشق کو انعام
پیار محبت کا اک جام

ہائی ڈیئر ڈمپل
تم کتنا سمپل

تیری یادیں مائی ڈیئر . چھوٹ گیا ہے اپنا چیئر
ٹوٹ چکا ہے دِل کا گیئر موت بھی لگتی ویری نیئر

تم کتنا بیوٹی
آئی لو یو سویٹی

ہائے تمہارا یہ انگڑائے
رِبن فائر کرتا ہے فرائے
سب کہتے ہیں ہائے ہائے
کیا دُوں سکویں رِپلائے

پیار کی ہے یہ ٹریٹی
آئی لو یو سوئیٹی

تیرا ڈیڈی ہارڈ اسٹون
کم ہے اُس کی ایج کا ٹون
چھینا جس نے میرا کون
اب نہیں بجتا ٹیلیفون

بنے گا ہم اُس کا بی بی
آئی لو یو سوئیٹی

(عاشق خوبصورت لڑکی کے بھیس میں اپنی محبوبہ کے بوڑھے باپ کے پاس آتا ہے)

ہیلو مسٹر کدو ٹانی
سُنا ہے تو بھی رنڈوہ جانی
میرا مسٹر ہو گیا فانی
مجھ کو بنا لے اپنی رانی

او میرے گول گھسیٹا
آئی لو یو پرپیٹا

بڈھا: ویلکم میری جولیٹ رانی
عمر ہے اپنی دیوانی
ہم کو بھی منگتا اک جانی
مٹے گی دل کی ویرانی

مائی ڈیئر ڈولی
تم کتنا جولی

عاشق: اویس او کے میرے حضور
بھائی کو میرے کر دو دور
اس کا کوئی نکالو توڑ
تیری شرط مجھے منظور
دیکر شادی میں اک حور
آجاؤں میں سب کو چھوڑ

او میرے گول گھیسٹا
آئی لو یو او پر یٹا

بڈھا: یہ ہے بات بہت سمپل — میری بیٹی ہے ڈمپل
وہ دونوں ہو جائیں کپل — ہم دونوں بن جائیں ڈبل

بولو ٹھیک ہے ہمجولی
مائی ڈیئر ڈولی

عاشق: تیرا لڑکا ہے بے ایمان — کھا گیا تو تو میرے کان
(خود سے) کہاں ہے میری ڈمپل جان — لیکر بھاگوں انگلستان
ہنی مون سے بسے جہان — یہ ہے میرا ویل پلان

بجادے اب دل کی سیٹی
آئی لو مائی ڈمپل پریٹی

بڈھا: آؤ دکھادوں پریٹی گرل — یہ میری بیٹی ہے ڈمپل
بھائی تمہارا اک پل — دیکھ کے ہو جائے پاگل

چلا دوں من کی سیٹی ڈولی
مائی ڈیئر ڈولی

عاشق: تھینک یو میرا بریل فول — اپنا بھیجا رکھنا کول
کھیل ختم بڈھے لنگور — نا تری بیوٹی نا میں حور

میں نے پالی یہ بیوٹی
آئی لو یو سویٹی

راوی: جو بھی بوڑھا سوچے شادی — ایسی ہی ہوگی بربادی
پھر بھی کوئی جو ڑنا چاہے
بازی اس کو ملے گی چاہے

بچّوں کی دُعا

اے مرے مالک اے بھگوان　　ہم بالک تیری سنتان،
ہم کو دے تو ایسا گیان　　بھلے بُرے کی ہو پہچان،
نعرہ سوچ سمجھ کر ماریں،　　ہوش میں رہ کے جے جے پکاریں
دیدے سچّے کو سمّان　　اے مرے مالک اے بھگوان
بھیک بُری ہے، چوری بُری ہے　　عزّت کی گردن پہ چھُری ہے
دیدو محنت کا وردان　　اے مرے مالک اے بھگوان
لوگ چلائیں دھوکے کے تیر　　ہمیں گرا کے بنے امیر
پھر نہ بنیں ہم یوں نادان　　اے مرے مالک اے بھگوان
بچّوں کی دشمن دارو کی بوتل　　ننگے ناچوں والے ہوٹل
جل کر ہوں یہ سب شمشان　　اے مرے مالک اے بھگوان
پڑھ لکھ کر ہم بنیں سپاہی　　راہ پہ لائیں بھٹکے راہی،
دیش کی اونچی ہوگی شان　　اے مرے مالک اے بھگوان
دُکھ میں کبھی نہ ہمّت ہاریں　　اک دن تو آئیں گی بہاریں
پات پات پر ہو مُسکان
اے مرے مالک اے بھگوان

مبارک سالگرہ

میرے مُنّے مکھڑا کھول — دُودھ کے دانت دبا کر بول
تیری بھاشا ہے انمول — جھُولے کے سنگ تو بھی ڈول
آؤ مِل کر ہم بھی جھومیں — بلو کا بھی من ہو ہرا

تجھ کو مُبارک سالگرہ، تجھ کو مُبارک سالگرہ

ایسی رنگیں فضا میں آؤ — کوئی نیا سا رنگ جمائیں
پکڑ کے انگلی مُنّے کی ہم — ناچ ناچ کے کیک کٹائیں
ایسی گھڑی کی شبھ سواگت میں — آؤ مِل کر تالی بجائیں
لہک لہک کے گائے امبر — چھم چھم، چھم چھم ناچے دھرا

تجھ کو مُبارک سالگرہ، تجھ کو مبارک سالگرہ

ننھا مُنّا میرا راجہ — بڑا ہی قسمت والا ہے
میرے پیار کا گلشن ہے یہ — پھُول مرا اجیالا ہے
بڑی ہی رونق لاتا ہے — جب ملے یہ سدّھو یار سے
لپٹ کے دونوں شو شو کرتے — لہنگے جوڑی دار سے
دیکھو دیکھو سارا آنگن — ایک نئی خوشبو سے بھرا

تجھ کو مُبارک سالگرہ، تجھ کو مُبارک سالگرہ

ایک برس کے نرمل بالک — تجھ کو کیا سکھلاؤں میں
جی کرتا ہے آج کے شبھ دِن — تُجھ سے ہی کچھ پاؤں میں
اِک پل میں تو روتا ہے — دوسرے پل میں ہنستا ہے
دکھ اور سکھ دونوں ہی تجھ کو — ایک ہی جیسا لگتا ہے
یہی سیکھ لے تجھ سے بھیک میں — دُنیا کا انسان ذرا

تُجھ کو مُبارک سالگرہ، تجھ کو مُبارک سالگرہ

نیلے ساگر کے سینے پر
زرد اُداس اور تنہا چاند
اپنی چھت پر نم آنکھوں سے
تم نے بھی دیکھا ہوگا چاند

○

شعلۂ آواز
(لتا منگیشکر کے نام)

شعلۂ آواز ہے یا اک سُریلا ساز ہے
جس پہ مجھ کو ہی نہیں سارے وطن کو ناز ہے

احمریں ہونٹوں سے جب تو گنگناتی ہے لتا
پریمیوں کے دل میں تو ہلچل مچاتی ہے لتا
ہر ادا سنگیت تیری، نغمہ ہر انداز ہے
شعلۂ آواز ہے ....

صبح دم بادِ صبا میں جب مہک اُٹھتے ہیں گیت
شاعری، پیغمبری، نغمہ گری جاتے ہیں جیت
جھوم اٹھتی ہیں فضائیں وہ تیری آواز ہے
شعلۂ آواز ہے .....

عاشقوں کا دل دھڑکتا ہے تیری آلاپ سے
رُوح کی مرجھائی کلیاں جاگتی ہیں آپ سے
جانے تیری پیاسی تانوں میں یہ کیسا راز ہے
شعلۂ آواز ہے ....

ہیں تیری آواز میں نغموں کے اُجلے حاشیے،
آبِ زم زم، گنگا جل کے گھونٹ جیسے پی لئے
جیسے قدرت کا کرشمہ بھی ترا ہمراز ہے
شعلۂ آواز ہے .....

خرچہ میرا زیادہ ہے آمدنی سے ہے ڈیڑھ ہزار
گھیرے ہوئے ہیں اک عرصے سے مجھ کو میرے تقاضے دار

روٹی سالن لے کے ٹفن میں میں جب دفتر جاتا ہوں
اک پیسہ بھی پورے دن میں خرچ نہیں کر پاتا ہوں
ہر سنڈے کو ٹیوشن کر کے کروں میں ہلکا گھر کا بار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

بی بی سے جب میں نے کہا کہ خرچہ کو کچھ کم تو کرو،
قرض سدا کی بیماری ہے اس پر بھی کچھ دھیان دھرو
فوراً اُس نے مجھ کو تھمایا گھر کے خرچے کا دستار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

دو سو (۲۰۰) میں تو لاتی ہوں میں شیمپو، پوڈر اور لالی
دو سو (۲۰۰) مجھ سے لے لیتی ہے وہ بیوٹی کلب والی
کچھ تو شاپنگ بھی کرتی ہوں جیسے کرتے ہیں زردار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

سات سمندر پار سے لائی میری پڑوسن ساری بھی
سج دھج اُس کی سُندر پیاری، نئی نئی گُلکاری بھی
سنبر پری کہتی ہے دنیا جب بھی کروں میں سولہ سنگھار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

ہوٹل چل کر میری سیّاں بڑے ہی موج اڑائیں گے
شادی کی یہ سالگرہ ہم پی کر جام منائیں گے
ایسے ہی نکھرے گا جانم ہم دونوں کا سچّا پیار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

اسی طرح سے جیون پتھ پر چلتا رہا جو کارواں
کیسے ملے گی منزل ہم کو چاروں طرف ہے اک طوفاں
دلدل بڑھتی جائے گی چاروں بڑھتا جائیگا یہ غبار
خرچہ میرا زیادہ ہے ....

مگر مجھے پیار کرتے ہو

جگر پہ وار کرتے رہو ہمیشہ آہیں بھرتے رہو
میں جب نزدیک آتا ہوں تو لڑتے اور جھگڑتے ہو
مگر مجھے پیار کرتے ہو

مرے ان سنورے بالوں کو بکھیرا تم نے ہے ایسے
صبا نے آکے چپکے سے ہے چھیڑا کلیوں کو جیسے
ہوا آنچل کی دینے سے مجھے انکار کرتے ہو
مگر مجھے پیار کرتے ہو

مرے ہی پیار کے نغمے لبوں پر گنگناتے رہو
مچلتے ہو اکڑتے رہو کبھی آنسو بہاتے رہو
بہت کوشش الگ ہٹنے کی تم ہر بار کرتے ہو
مگر مجھے پیار کرتے ہو

وہ جھولے سرخ پھولوں کے لگائے تھے بہاروں میں
میں پیچھے پیچھے آیا ہوں تمہارے ہی اشاروں میں
مجھے منزل پہ پہونچاتے ہو اور انکار کرتے رہو
مگر مجھے پیار کرتے ہو

کبھی مایوس کرتے ہو کبھی سپنے دکھاتے ہو
کبھی تم دور جاتے ہو کبھی تم پاس آتے ہو
کبھی اقرار کرتے ہو کبھی انکار کرتے ہو
مگر مجھے پیار کرتے ہو

سالگرہ

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے
آج کے شبھ دن میرے منّے سب سے بدھائی لے
اِک پیارا میٹھا سا چمبن مجھے بھی آ کر دے

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، ہیپی برتھ ڈے

کیسی رِیت نگوڑی ہے کہ جلتے دیپ بجھاؤ
چندہ لیکر مہمانوں سے پیار کی آن گراؤ
ان کا اب یوں کرو سواگت اپنے گلے لگاؤ
پیار کا یہ ننھا سا دیپک جگمگ آج جلے

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ......

بڑھتے برس کے ساتھ تم اپنے گنوں کو اور بڑھالو
کِسی غریب کے بچّے کو تم شکشا دے کے پڑھالو
اپنی خرچی سے بھی تھوڑا غریب فنڈ میں ڈالو
تیرا سورج کبھی نہ ایسی سیواؤں سے ڈھلے

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو......

سادہ کھاؤ سادہ پہنو کام کرو کچھ زیادہ
"حرام ہے آرام" یہاں پر کہہ گئے نہرو چاچا
ان شبدوں کی پرو کے مالا پہنو آج گلے

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو........

قطعہ

غم دوراں سے ہم کو راحت ہے
جھوٹے نشّے کی کس کو حاجت ہے
تیری آنکھوں سے پینے والوں کو
جام و مینا کی کیا ضرورت ہے

اعتراف

تو بھول جا اے جانِ جاں میرے ہر اک گناہ کو
ترس رہا ہوں آج تک میں اک حسیں پناہ کو

میری نگاہ میں کبھی تو منچلی حسینہ تھی
مجھے لبھانے والی اک حسین سا نگینہ تھی
معاف کر جو ہو سکے مری تڑپتی چاہ کو

تو بھول جا اے جانِ جاں....

ذرا سی بات کو جہاں نے شعلہ سا بنا دیا
لپک کے جس نے ایک پل میں آشیاں جلا دیا
سنبھالتا ہی رہ گیا میں اس دلِ تباہ کو

تو بھول جا اے جانِ جاں....

جُڑے ہیں ایک دوجے سے یہ زندگی کے راستے
کہیں بھی جائیں ہم مگر ملیں گے دل کے واسطے
کہ منتظر ہیں منزلیں گلے لگانے راہ کو
تو بھول جا اے جانِ جاں.....

(ڈرامہ)

شرابی : پی کر آج انگوری لال
ہیں نے دیکھا بڑا کمال
نینوں میں چڑھ گیا جمال
من کا بھی مٹ گیا ملال
رگ رگ میں بھر گئی جوانی
اُلٹا سیدھا ہوا حلال
پوچھوں تم سے ایک سوال
کیوں کہتے ہو اسے 'شراب'
کیوں کہتے ہو اسے خراب

شاعر : سُن لے اے بے حیا شرابی
پل بھر کی ہے چمک دمک
ابھی ابھی تو یہیں گرے گا
کوئی نہ ہوگا سنگی ساتھی
اس حالت میں بول بیگانے

جھوٹی تیری بات ہے
یہ پگلوں کی بارات ہے
چکر کھا کے نشے میں
پڑا رہے گا رستے میں
کتنا ہوگا تجھے عذاب

اب تو کہہ دے اسے شراب
اب تو کہہ دے اسے خراب

شرابی : بوتل سے یارانہ میرا، جام ہے میرا ہمراہی
مرنے تک بھی میری آن سے کبھی نہ ہوگی جدائی
کسی طرح بھی میں نہ رکوں گا رو کے چاہے ساری خدائی
تو بھی جانی جھوم اٹھے گا پی کر ایک سوائی،
منہ سے لگا لے جام اگر تو تجھ سے پوچھوں ایک سوال

کیوں کہتے ہو اسے شراب
کیوں کہتے ہو اسے خراب

شاعر : دیکھ یہ بچے بلک رہے ہیں ترس رہے ہیں دانے کو
تنخواہ لیکر تو بے غیرت سجا رہا میخانے کو
لعنت ایسے جام پہ برسے جو بچوں کا لوٹے پیار
لعنت ایسی بوتل پہ جو انسانوں کو کر دے خوار
دیکھ یہ نازک ناری ہے جو پلتی تھی گلزاروں میں
ہائے مرو را دامن نے اسکو جھونک دیا انگاروں میں
سولہ برس کی یہ تھی سجنی ساٹھ برس کا سوامی ہے
ایک برس نہ رہی سہاگن گھر گھر کرتی غلامی ہے
سگریٹ پیتے جوا کھیلتے بچے جو ہیں راہوں میں

باپ شرابی پا کر بگڑے
پھنس گئے لاکھ گناہوں میں

آج کے چھوٹے بڑے ہیں کل کے
سوچ کہ کل کا کیا ھو گا ؟

سارے ملک میں ان کے دم سے
جھوٹ کپٹ اور دھوکا ہوگا

آؤ مل کر لاش کو اس کی
پھونکیں اور جلائیں ھم

شراب مُردہ باد کا نعرہ
امبر تک پہونچائیں ھم

ڈھونڈ کے بھٹی کے تہہ خانے
قوم کا ہاتھ بٹائیں ھم

اپنے دیش سے اس شیطان کا
نام و نشاں مٹائیں ھم

کام تو ہے یہ بڑا دِشال
مت پوچھو کچھ اور سوال

آؤ ملکر کہیں شراب
آؤ مِل کر کہیں خراب

ㅇ ㅇ ㅇ

ترے فراق میں ...

اے صنم یہ دِل مرا یادوں سے اب آباد ہے
تو نہیں تو کچھ نہیں ہر سانس اک فریاد ہے

چاندنی راتوں میں تیرے ساتھ جو راہیں ملیں
کیوں نہ اترائے گا وہ جسکو تری باہیں ملیں
پنچھی چہکے پھول مہکے پتّہ پتّہ شاد ہے
اے صنم یہ دل مرا ....

جھیل جھرنے ساتھ تیرے لگ رہے تھے بوستاں
بن ترے لگتا ہے ایسے جیسے اُجڑا گلستاں
پنچھیوں کا گیت بھی مایوس ہے ناشاد ہے
اے صنم یہ دِل مرا ....

اب بھی آجاؤ تو ہم تم گیت گائیں پیار کے
پریت ہی کی جیت ہوتی ہے ہمیشہ ہار کے
آؤ دُنیا کو بتائیں زندگی اک یاد ہے
اے صنم یہ دِل مرا ....

ایک نصیحت

میرے بچّو، میری بات پہ دھیان ذرا سا دے لو
جس کو دینا ہے دے دو جس سے لینا ہے لے لو

دُکھ کے اس سنسار میں میں نے کچھ ناطے بھی جوڑے ہیں
اسی طرح کچھ رشتے ہیں جو جان بوجھ کر توڑے ہیں،
رشتے ناطوں کو چُننے میں میری طرح دُکھ جھیلو،

جس کو دینا ہے دیدو ....

بُرے دنوں میں لوگ یہاں کے دیکھ کے کترا جاتے ہیں
اچھے دنوں میں وہی درندے خون چوسنے آتے ہیں
اپنی سوجھ بوجھ اور بُدّھی سے ان کو دُور دھکیلو

جس کو دینا ہے دیدو .....

اپنی خاطر اپنے پیار سے کتنے جال بچھاتے ہیں
پیار کی نقلی چمک دکھا کر باتوں سے للچاتے ہیں
اپنی سمجھ سے ان کی چال ہیں اُن کو ہی تم لے لو

جسکو دینا ہے دیدو.....

ایک تبسّم لب پہ سجا کے آجاتے ہیں چھلنے لوگ
چمٹے ہی رہتے ہیں جب تک لگنے نہ سورج ڈھلنے لوگ
کھیل کھلونا سمجھ کے ان کے ہتھکنڈوں سے کھیلو

جس کو دینا ہے دیدو....

ہر بنس ہوں یا ہیر جی بھائی یار ہیں یہ سب نام کے
دوستی کا دم بھرتے ہیں ساتھی ہیں پر جام کے
شیطانوں سے بچ کر اپنی کشتی خود ہی کھے لو

جس کو دینا ہے دیدو.....

غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی
نہیں تن پہ کپڑا سدا پیٹ خالی

ملا گر تو کھایا نہیں ہے تو فاقہ
ہمیشہ ہے سر پہ مہاجن کا قرضہ
کہاں سے منائیں یہ عید اور دیوالی
غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی

خدا جانے کب آئے ان کا سویرا
یہ گھر ہے یا اک رات کا ہے بسیرا
بکھرتی ہواؤں سے تنکوں کی جالی
غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی

غریبی ہٹاؤ لگاتے ہیں نعرہ
مگر اب بھی کیسا ہے دھندلا نظارہ
کھڑی دور کوسوں ہے اب تک خوشحالی
غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی

الیکشن کا موقع جب آتا ہے یارو
ہر اک ان کو سپنے دکھاتا ہے یارو
مگر ان کا دامن ہمیشہ ہے خالی
غریبوں کی حالت عجب ہے نرالی
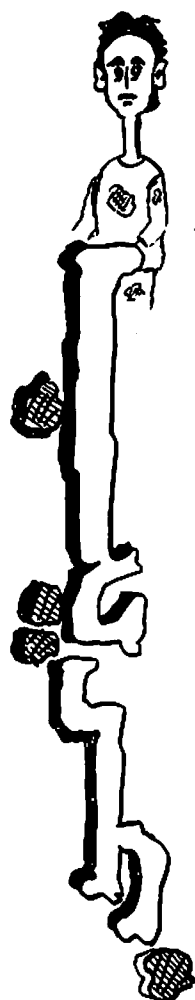
یارو سنو سُناتا ہُوں میں آج زمانہ کیسا ہے
دودھیا پانی اِس نگری میں بکتا دودھ جیسا ہے

جلتی جوت اہنسا کی اب ایٹم بم نے بُجھا دی ہے
شانتی جنگی ہتھیاروں نے دنیا بھر سے مٹا دی ہے
سچّا بھوکا ننگا اب تک ویسے کا ہی ویسا ہے
یارو سُنو سناتا ہُوں میں ....

پھرتی نربل کی گردن پر تیکھی ترچھی چھُریاں ہیں
لُٹتی، کچلتی اور مسلتی نازک کومل کلیاں ہیں
کوئی انھیں نہ للکارے رکھوالا جن کا پیسہ ہے
یارو سُنو سناتا ہُوں میں ....

جائز اور ناجائز میں اب کتنا بھاری اَنتر ہے
ترس رہا گیانی دانے کو جاہل بنا منسٹر ہے
آنوے کا آنوا ہے ٹیڑھا واتاورن ہی ایسا ہے
یارو سُنو سُناتا ہُوں میں ....

اب تو نیتاؤں کی گھاتیں لوگ یہاں پہچان گئے
اندر کیا ہے باہر کیا ہے سب ترکیبیں جان گئے
آج یہ کانٹوں جیسا رستہ مل کر چلنے جیسا ہے
یارو سُنو سُناتا ہوں ....

یہ بات تپے کی ہے یارا — تو آج جگت سے کہہ دے
مندر مسجد بنے بعد میں — پیار بنا تھا پہلے
پہلے پہل آدم حوا نے — آپس میں تھا پیار کیا
جن کے سنگم سے دھرتی پر — انساں نے اوتار لیا
مالک نے بھی سکھ کا ساگر — انسانوں پر وار دیا

انساں نے تعمیر کئے تھے محلے اور دو محلے
یہ بات تپے کی ہے یارا ....

رفتہ رفتہ اس وحدت کا — چاروں طرف وستار ہوا
کسی نے پوجا کی اگنی کی — کسی نے عیسیٰ کو پیار کیا
کسی نے گوتند گنگا میں پایا — کسی نے کعبہ کو ڈھونڈا

ساتھ رہے سب ساتھ ساتھ یہ مہکے ہوئے گلدستے
یہ بات تپے کی ہے یارا ....

چند فسادی لوگوں نے
اس جنت پر اک وار کیا
بھید بھاؤ کے نعروں سے
اس پریم کو یوں خونخوار کیا
انسانوں کو بیچ سے بانٹا
مذہب کو دیوار کیا

معصوموں کو قتل کیا ہے زر و سیم کے بدلے
یہ بات پتے کی ہے یارا ....

غیروں نے پھر موقع پا کر
اپنے جال بچھائے
دھرم کی آڑ میں سب نے ملکر
شعلے وہ بھڑکائے
بھائی بھائی نے اک دوجے پر
بم گولے برسائے

جنگ و جدل کے سڑے جسم سے سانپ اور بچھو پھیلے
یہ بات پتے کی ہے یارا ....

● ○ ●

گھر گیا ہوں میں کالی گھٹائیں مالک مجھے بچا لے
ورنہ اس اندھیر نگری سے مجھ کو ابھی اٹھا لے

جن کو میں نے دل سے چاہا اپنا لہو پلایا
ان اپنوں نے غیر سے بڑھ کر میرے دل کو جلایا
نس نس میں کیوں تیر رہے ہیں کچھ زہریلے بھالے
گھر گیا ہوں میں کالی گھٹائیں ...

دھوکے پہ دھوکے کھائیں گے یہ قدم قدم پہ جال ہو گا
منہ مانگے یہ دام بھی دیں گے لیکن نقلی مال ہو گا
ہیروں کے بدلے اکثر یارو لائیں گے یہ پتھر کالے
گھر گیا ہوں میں کالی گھٹائیں ....

اب تو بھوکے بھٹکیں گے پھر ٹیڑھی میڑھی راہوں میں
مالک ان پھولوں کو لے لے اب تو اپنی باہوں میں
اندھیاروں سے اٹھا کر ان کو اجلی راہ بتا دے
گھر گیا ہوں میں کالی گھٹائیں ....

مرے دوستو آج کی رات کو
ذرا تو سنو تم مری بات کو

بہاروں کی مستی سے مہکی فضائیں
بکھرنے لگا حُسن بہکی ہوائیں
شراب اور ساغر ہے چھوٹا نشہ
تمہیں زندگی دے رہی ہے صدائیں

پھر ایسا نہ ہو کہ اندھیرا بڑھے
دکھائی نہ دے ہاتھ بھی ہاتھ کو
مرے دوستو ....

بُلاتی ہے ٹوٹے دلوں کی صدا
غریبی سُناتی ہے اک ماجرا
بہت دُور انساں ہے انسان سے
خُدا نے ہمیں دی ہے کیسی سزا

یہ آنسو یہ مجبوریاں، غم، ستم
کہاں لے کے جائیں ہم حالات کو
مرے دوستو ....!

یہ جینا بھی جینا ہے اپنے لئے
اندھیروں میں تم نے اُجالے کئے ؟
ہمیشہ شکم اپنا بھرتے رہے
کیا بھوکوں کو بھی دو نوالے دئے ؟

برستی ہے دُنیا میں ہر اک جگہ
ذرا دیکھو گھنگھور برسات کو
مرے دوستو ....

کمانا ہے سونا تو سونا کماؤ ...
وطن سے مگر اپنے کچھ نہ چھپاؤ
زمیں پر یہی دیش جنّت سے بنے
اگر ہو سکے تو غریبی ہٹاؤ

اندھیروں کے سینے میں دیپک جلا کر
نئی صبح میں ڈھال دو رات کو
مرے دوستو ....

بے دُم کا بندر

اک بندر تھا بڑا شریر / چنچل نٹ کھٹ بے زنجیر
بنے بنائے کام بگاڑے / اس کو چیرے اُس کو پھاڑے
ماں نے خوب اُسے سمجھایا / پھر بھی بندر باز نہ آیا

اِک دن آیا لکڑ ہارا / لیکر ہاتھ میں لمبا آرا

چیرنا تھا اِک سوکھا پیڑ / طوفاں میں جو ہوا تھا ڈھیر
پیڑ چیرتے ہو گئی شام / پھر بھی پورا ہوا نہ کام
آدھے پیڑ کو چیرا کاٹا / بیچ میں لکڑی رکھ کر پلٹا
بندر آیا کھینچا لکڑا / پیڑ نے اُسکی دُم کو جکڑا
چیخ چیخ کر کے کودا اُچھلا / کٹ گئی دُم جب بھاگ کے نکلا
سارے ساتھی ہنس کر بولے / بے دُم بندر ڈگمگ ڈولے
اسی سیکھ پر دھیان دھرو / کبھی نہ الٹا کام کرو
ہو نا پائے جگ میں ہنسائی / جیسے دُم بندر نے گنوائی

اے میرے محبوب

اے میرے محبوب تو نے مجھ پر کیا یہ کیسا ستم نرالا
تری محبّت نے زندگی دی تری جدائی نے مار ڈالا

تری ہی فرقت میں راتیں گذریں تری تمنّا میں دن بتائے
تڑپ کے دل نے کہا کہ تو ہے ذرا سی آہٹ جو کوئی آئے
ہر اک ادا ہے تری انوکھی ترا ہر انداز ہے نرالا

اے میرے محبوب..........

ترے بناز نارگی کا گلشن جھلس گیا ہے اُجڑ گیا ہے
اُجالے سب ہو گئے اندھیرے نصیب بن کر بگڑ گیا ہے
مری ہر اک سانس اب بھی جپتی ہے بس ترے نام ہی کی مالا

اے میرے محبوب..........

گُذر گئی جس قدر بھی یا رَس جو باقی ہے وہ گذار لیں گے
ہر اک تمنّا اُجاڑ دیں گے ہم اپنے دل کو بھی مار لیں گے
ترے لئے زندگی میں یہ دل کبھی نہیں اب مچلنے والا

اے میرے محبوب..........

اُس منچلے محبُوب سے اللہ بچائے
جو پل میں ہنسائے کبھی اک پل میں رُلائے

جب ہم نے منایا تو وہ اور بھی کچھ رُوٹھے
وعدوں کو جو دہرایا کہنے لگے تم جھوٹے
غصّے میں ہمیں دیکھا ماتھے پہ بھی بل آئے
اُس منچلے محبوب سے ....

اِک دن ہمیں چُپکے سے کمرے میں بلایا تھا
ہم دوڑ کے جب پہنچے کچھ بھی نہیں پایا تھا
بے آبرو ہو کر بھی ہم کوچے سے چلے آئے
اُس منچلے محبُوب سے ....

چلمن سے نگاہوں کی خوابوں میں چلے آئے
جب سامنے آئے تو ہر بار وہ کترائے
اِلّھڑ سی محبّت سے ہم دوستو باز آئے
اُس منچلے محبُوب سے ....

اک روز اچانک وہ جو ہو پہ ملے ہم کو
آجاؤ صنم کہہ کر پھر دھوکے دِئے ہم کو
ہم پیچھے گئے اُن کے پر ہاتھ نہیں آئے
اُس منچلے محبوب سے ....

اکِ بار ہمیں اُس نے محفِل میں بُلایا تھا
ساقی تھے جہاں خود ہی قطرہ نہ پلایا تھا
ہم پیاسے ہی پہنچے تھے پیاسے ہی چلے آئے
اُس منچلے محبوب سے ....

غزل

مل جاؤ اگر تم ہم کو کبھی راہوں میں سمن زاروں کی طرح
ہم جان بھی اپنی نذر کریں گے شوق سے دلداروں کی طرح

اُف، جرمِ محبت کیلئے ہے، ہر ایک قدم تھی رسوائی
لوگوں نے ہمیں پتھر مارے راہوں میں گنہگاروں کی طرح

ہستی کو امانت جان کے ہم ہر لمحہ گذارا کرتے ہیں
تا عمر ہم اپنے مقصد پہ قائم رہے دیواروں کی طرح

سو بار حسینوں کے ہم نے کیا ناز اُٹھائے مت پوچھو
اور وہ جو کبھی راہوں میں ہمیں ملتے ہیں تو بنجاروں کی طرح

میرے ہی گلوں کی خوشبو سے گلشن کی بہاریں قائم ہیں
میرے ہی چمن پر بیٹھے ہیں کچھ لوگ نگہداروں کی طرح

ان سنگدلوں کی بستی میں اک پل بھی گذرا مشکل تھا
خوشبو کی طرح سے لپٹے رہے کچھ لوگ ذفاداروں کی طرح

اک پیار بھرے اس دل کے سوا کچھ پاس نہیں اپنے پارس
پا جائیں کبھی جو ہم تم کو اترائیں گے زرداروں کی طرح.....

پنہاری

روز صبح کو آتی ہے جو پنگھٹ پر اک پنہاری
پھولوں جیسی لگتی ہے وہ نام ہے اُس کا گلنزاری

وعدہ کرتی ہے ملنے کا شام کو ایک تالاب کنارے
شرماتی ہے، گھبراتی ہے، آنکھوں سے کرتی ہے اشارے
شیتل جل کی گگری اٹھا کے چلتی ہے جب لاج کے مارے
دھرتی پر اپنے پیروں سے کرتی جاتی ہے گل کاری
روز صبح کو آتی ہے ....

اٹھلاتی بل کھاتی جب بھی پاس ہمارے آتی ہے
مہک کئی گل زاروں کی وہ دامن میں بھر جاتی ہے
دھانی چولی، لال چنریا نین کمل چھلکاتی ہے
اتراتا ہوں، بل کھاتا ہوں پا کر حسن کی زرداری
روز صبح کو آتی ہے ....

شام ڈھلے اک پیڑ تلے وہ لگ جاتی ہے آ کے گلے
من دھڑکے اور سانسیں الجھیں جھر جھر کر کے دیپ جلے
ٹھنڈی چنچل سی پروائی جھوم کے تن کو ایسے چلے
نس نس میں جوالا بھڑکائے پیار کی ننھی چنگاری
روز صبح کو آتی ہے...

آزادی

نور ہے چاروں طرف دیکھو جسے وہ شاد ہے
خوش ہیں سب اہلِ وطن بھارت مِرا آزاد ہے

سکھ کی شہنائی بجی ہے شہر میں اور گاؤں میں
جھوم اٹھی ہے زمیں رنگیں دھنک کی چھاؤں میں
مندر و مسجد ہیں اب آزاد اپنے دیش میں
اب شہیدوں کی ہیں روحیں شاد اپنے دیش میں
آؤ سب مِل جُل کے ناچیں گائیں اور دھومیں مچائیں
چار سو پھلجھڑیاں چھوڑیں دیپ اُلفت کے جلائیں

اپنا مت اِتراؤ اس پہ تم اے نادانو سنو
فاقہ کش ہیں آج بھی مجبور اِنسانو سنو
آج بھی ان جھونپڑوں پر دُکھ کے بادل چھائے ہیں
انگنت دل ایسے ہیں جو بن کھلے مرجھائے ہیں
نالہ و فریاد و آنسو اور کراہیں اب بھی ہیں
کانپتے ہونٹوں پہ دیکھو کتنی آہیں اب بھی ہیں

خطرہ ہے ہر اک قدم پر اب یہاں عیّاروں کا
ہے ابھی تک بول بالا دیش میں مکّاروں کا
دُودھ میں پانی مِلا کے دھندہ یہ چمکاتے ہیں
بھوکے بچّوں کو یہ شیطاں اور بھی تڑپاتے ہیں
جھوٹ اور دھوکا تو فِطرت بن گئی انسان کی
اور ہوس لالچ سے صورت ہو گئی حیوان کی

اب بھی موقع ہے سنبھل جاؤ مرے اہلِ وطن
اِک جہنّم بن نہ جائے اپنا یہ پیارا چمن

تو مالک کی دین ہے پوجا راج کی راجکماری
تیرے مُکھ پر دیکھ رہا ہوں گنوں کی گلکاری،
مہک رہی مسکان لبوں پر پھیلی ہر سُو ہے خوشبوُ
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو.............

دانت میں انگلی دبالی سب نے دیکھ کے تیری نرتیہ کلا
کبھی نہ دیکھا ایسی عمر میں اتنا انوکھا مظاہرہ
ایسا لگتا ہے امبر سے لایا تجھ کو ست گرو
ہیپی برتھ ڈے ٹو یوُ.............

شانتی کا اوتار ہو وہ جو کبھی نہ شور مچائے
مسکاں مکھ پر چمکتی رہتی جا ہے بھوک ستائے
رگ رگ میں اک پیار بھرا ہے سوئم ستار ہے تو
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو.............

چار دنوں کے چھوٹے سفر میں تو نے یوں اپنایا ہے
ایسا لگتا ہے جیسے ہم نے برسوں ساتھ نبھایا ہے
جانے کہاں سے تو نے سیکھا ایسا حسین جادوُ ہیپی برتھ ڈے...

کٹھ پُتلی والا: نظر کرو اور دھیان دھرو یہ بمبئی والا آیا ہے
تیرے لئے بھارت کی ناری نیا سندیسہ لایا ہے

یہ شادی کا منڈپ اور یہ سجے ہُوئے باراتی
آئے چھنیے دیپک سے ہیں اسکی اُجلی باتی
بُڈھا کھوسٹ آج تمہاری جان ہی لینے آیا ہے
نظر کرو اور دھیان دھرو............

ساٹھ برس کا بوڑھا ہو اور سولہ برس کی ناری
بولو کیسے چلے گی بیہ بے ڈھنگی جیون گاڑی
پتی و پتنی دو پہیئے ہیں پُرکھوں نے فرمایا ہے
نظر کرو اور دھیان دھرو.......

نکھرے گی جب تیری جوانی لالی لبوں پہ آئیگی
تیرے جیون کی پھلواری پل میں تب مٹ جائیگی
آنے والی بپتا کا اک چِتر یہ تجھ کو دکھایا ہے
نظر کرو اور دھیان دھرو ....

ڈولھٹ : میں تو اس کی ٹبیا رانی یہ ہے میرا باپ
یہی فیصلہ میرا ہے اور منصف ہیں سب آپ

آوازیں : کومل نازک پھول سی ناری سیتا جی کی چھایا ہے
چھوڑیں گے نہ ہم بھی اسکو جس نے تمہیں ستایا ہے
مارو مارو اس کھوسٹ کو جانے کہاں سے آیا ہے

کٹھ پتلی والا : نظر کرو اور دھیان دھرو یہ بمبئی والا آیا ہے
تیرے لئے بھارت کی ناری نیا سندیسہ لایا ہے

○

عظمت محبت

ہائے محبت، کیا تری عظمت کتنے لوگ ہوئے قرباں
گلشن جب مرجھا جائے تو عاشق دے دیتا ہے جاں

عاشق عشق میں مرتا ہے سجدے میں صنم گر جاتا ہے
نین چھلکتے رہتے ہیں اور دل کا چمن مرجھاتا ہے
سوزِ محبت میں جل جل کر ہو جاتی ہے بند زباں
ہائے محبت، کیا تری عظمت ......

عشق کی منزل توبہ توبہ مٹ جاتا ہے نام و نشاں،
لٹ جاتا ہے پیار کی خاطر ارمانوں کا سارا جہاں،
عاشق زخم یہاں کھائے تو روتا ہے معشوق وہاں
ہائے محبت، کیا تری عظمت ....

سدا ہی زرداروں نے یارو الفت کو للکارا ہے
لیکن ہر اک یگ میں انھوں نے داؤ ستم کا ہارا ہے
عشق، وفا کے پیار کے قصے قدرت بھی کرتی ہے بیاں
ہائے محبت کیا تری عظمت ....

رِم جھِم ساون کے موسم میں ہر بدلی انجانی ہے
جس اُلفت میں درد نہاں ہو پیار وہی لاثانی ہے
ہر اک منزل پہ ملتے ہیں پھول کے بدلے خار یہاں
ہائے محبّت، کیا تری عظمت ....

میں ماضی کی پرچھائیوں سے ڈروں گا
نہ ماتم کروں گا نہ آہیں بھروں گا
ہر اک زخم دل کا چھپا کر میں **پارس**
تمھیں بھول جانے کی کوشش کروں گا

O

اُلفت

اُلفت کا دم بھرنے والو دیکھو اپنے ہوش سنبھالو
پتھریلی ہیں راہیں دل کی سوچ سمجھ کے قدم بڑھالو

ان راہوں میں دُکھ ہی دُکھ ہیں پیار محبت کھیل نہیں
آگ اور پانی کا دُنیا میں ہوتا کبھی بھی میل نہیں
آئینہ اُس کا ایک کسوٹی نقلی ہو تو ہاتھ اٹھا لو
اُلفت کا دم بھرنے والو ....

لیلیٰ مجنوں کے افسانے پڑھ کر سمجھو سمجھ کے آؤ
جس سانچے میں ڈھلے تھے عاشق تم بھی اُس میں ڈھل جاؤ
گلی گلی کے پتھر کھا کر اپنی اپنی لیلیٰ پا لو
اُلفت کا دم بھرنے والو ....

اس اُلفت میں چُپکے چُپکے شمع بن کر جلنا ہے
اپنے یار کی خاطر تجھ کو کانٹوں پر بھی چلنا ہے
زخم محبت سہنا سیکھو آنسو اپنے پی ڈالو
اُلفت کا دم بھرنے والو ....

"میں آؤں گا"

آؤں گا میں آؤں گا اِک روز ضرور آجاؤں گا
بھٹکے ہوئے انسان میں تیری ہر اُلجھن سُلجھاؤں گا

تیری رگوں میں کھوٹ بھرا ہے تجھ میں مانوتا ہی نہیں
کھاتا ہے تو جس تھالی میں کر دیتا ہے چھید وہیں
ایسی اُلٹی گھاتوں کا انجام تجھے سمجھاؤں گا
آؤں گا میں آؤں گا ....

خوشیاں دیکھ کے غیروں کی تو من ہی من میں جلتا ہے
اپنے خیالوں کے دلدل میں پھنستا اور پھسلتا ہے
ان کالے کرتوتوں سے میں تجھ کو آکے چھڑاؤں گا
آؤں گا میں آؤں گا ....

دشمن کی چالوں سے ہم نے تجھکو ہمیشہ بچایا ہے
پھر بھی تجھ کو سدا ہی اپنے کرموں میں پھنستا پایا ہے
ایک دوا میں تیرے دکھوں کی تجھکو آکے پلاؤں گا
آؤں گا میں آؤں گا.........

کوئی نمرتا سے نہیں نیچا اور نہ غرور سے اونچا ہے
جھک جائے جو بوجھ سے پھل کے پیڑ وہ سب سے میٹھا ہے
نردھن ہے تو گنوں کے دھن سے میں دھنوان بناؤں گا
آؤں گا میں آؤں گا ....

ایک ملاقات

کتنی حسیں تھی شام بہاراں رنگ، دھنک، پھولوں کا جمال
ہم نے دیکھی ایک حسینہ حسن و عشق کی زندہ مثال

رہ رہ کے آنکھوں میں ہمارے برق سی اک لہراتی تھی
اس کا خرام ناز تھا ایسا جس سے ہوا شرماتی تھی
پیڑ کے نیچے تھک کر بیٹھی شبنمی چہرہ سرخ تھے گال
کتنی حسیں تھی شام بہاراں.....

پاس گیا میں وہ گھبرائی رک سی گئی اس کی انگڑائی
شرم و حیا سے اور بھی سمٹی اور بھی کچھ مجھ سے کترائی
اٹھتی گرتی پلکوں کی چلمن ہو گیا میرا جینا محال
کتنی حسیں تھی شام بہاراں....

پھولوں کے جھرمٹ میں بیٹھی شرمیلی سی پری پیکر
جیسے کوئی زمرد خود ہی انگوٹھی میں لگے جا کر
مجھ کو دیکھ کے آنکھیں میچے اور بکھیرے اپنے بال
کتنی حسیں تھی شام بہاراں....

میں سمجھا کہ یہ ہے اشارہ اک آغاز الفت کا
بہک کے میں نے دامن پکڑا اپنی کھوئی محبت کا
ہائے مگر یہ خواب تھا پارس آنکھ کھلی تو گیا خیال
کتنی حسیں تھی.....

نادان بندر

ایک بندریا اور اک بندر
بیٹھے ہوئے تھے پیڑ کے اوپر

ماں تو گئی تھی لانے کھانا
بول گئی تھی کہیں نہ جانا

سامنے آیا ایک شکاری — جال لگا کے دی پچکاری
بولا آؤ کھاؤ مال — کھا کر ہو جاؤ خوشحال
بندر بولا آؤ نا بہنا — میرے آگے آگے رہنا
کھا کر جلدی آئیں گے — ماں کو نہیں بتائیں گے
بولی بندریا نا بھیئی نا — ٹالیں کیسے ماں کا کہا
بولا بندر میں جاتا ہوں — کھٹے میٹھے کھا آتا ہوں
تھوڑی دیر میں ماں بھی آئی — پوچھا تیرا کہاں ہے بھائی
ادھر اچانک چیخا بندر — لالچ میں جو پھنسا تھا جا کر
ماں نے کہا اُف تیرا بھائی — کہا نہ مانا جان پھنسائی

بڑوں کی جو بھی بات نہ مانے — **پارس** اُس کے یہی فسانے

غزل

ہر حسن کے مجنوں لاکھوں ہیں اُلفت پہ یکجا اور کوئی نہیں
گلشن ہیں سب اپنے مطلب کے پھولوں کا دلبر کوئی نہیں

انسان کی فطرت دولت ہے حتیٰ کہ یہ دل کی محفل بھی
ہے سیم و زر کا میخانہ پر پیار کا ساغر کوئی نہیں

ہم نے تو اندھیری راتوں میں بانٹے ہیں اُجالے گھر گھر میں
پر ہم پہ کبھی جو وقت پڑا تب یار دلاور کوئی نہیں

ہم نے جو کہا اے جانِ غزل ہم سے بھی بڑا عاشق ہے کوئی
زلفوں کو جھٹک کر ماتھے سے کہتے ہیں وہ ہنس کر کوئی نہیں

آکاش سمندر اور پربت یہ تخت و تاج و شہنشاہی
سینے میں دھڑکتے پیار بھرے اس دِل کے برابر کوئی نہیں

یہ شیخ و برہمن تو پارسؔ بیکار کی باتیں کرتے ہیں
دُکھ درد کی ماری دنیا میں انسان سے برتر کوئی نہیں

شہر کی ناری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری، ایک حسیں، رنگیں، گلزاری
بیوٹی کلب سے سج کر نکلی رنگ منچ کی راجکماری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری . . .

بیل باٹم، میکسی میں لپٹی، راک ان رول کے نخروں میں سمٹی
نڈر نشے میں غیروں سے چمٹی اپنے کرم پر نہیں ہے گلٹی
دوڑتی پھرتی اس کی رگوں میں شعلہ بن کر اک چنگاری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری...

میک اپ سے صورت وہ بنا لی جیسے کوئی دے حسن کو گالی
سرخ لبوں پہ لگائی لالی انگلش بول کے دھاک جما لی
اپنے ہی دام میں پھنس گئی بلبل تڑپے گی اب عمر یا ساری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری...

بات بات پر وہ مسکائے غیروں سے ہنس کر ہاتھ ملائے
بھر کر ان کو جام پلائے پی پی کر جب نشے میں آئے
بگڑے تو پھر مردوں سے بھی کرنے لگتی مارا ماری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری...

گھر کے کام تو کرتے نوکر چار دیواری کو ماری ٹھوکر
چاہیئے اس کو تاش میں جوکر جوکر پاکر بولی "شوکر"
شو جو ہوا تو بولی رو کر" لٹ گئی میری پونجی ساری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری....

بار بار یہ کرتی شاپنگ کپڑوں میں ہے دیکھتی میچنگ
اپنے بلم کی کرتی چاپنگ مردوں سے زیادہ کرتی ڈیرنگ
اپنے ہی آنچلے آنگن میں یہ خود ہی لائے بدریا کاری

دیکھو دیکھو شہر کی ناری...

شہر کا جوان

دیکھو دیکھو شہری جوان
طاقت کا تو نام نہیں ہے، راک ان رول پہ ہے قربان

رسیں، رمی رومالنس میں آ گئے
چاند ڈھلے تک کلبوں میں جاگے
ہنس کر توڑے پیار کے دھاگے
کر لیا خود کو بھی ہلکان ____

دیکھو دیکھو شہری جوان

گھر کی روٹی کھائے نہ مسٹر
عیش کرے ہوٹل میں جا کر
ڈینگیں مارے لنشے میں آ کر
اور چبائے بنارسی پان

دیکھو دیکھو، شہری جوان

صورت دیکھو، لڑکا نہ لڑکی
جیب میں ہر دم رہتی کنگھی
ہاتھ میں ہے اسٹیل کی جوڑی
پہنے گھڑی میڈان جاپان

ہر تتلی کو وہ اپنائے
ہرے ہرے اسے باغ دکھائے
پیار کی غزلیں جھوم کے گائے
جھوٹی باتیں، نقلی شان
دیکھو دیکھو، شہری جوان

⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘ ⁘

ساون آیا آگ لگانے
لگے تڑپنے پریم دیوانے

شیتل شیتل پون کے جھونکے
رم جھم رم جھم مینہا برسے
بن ہیں میورا چھم چھم ناچے
کوہو کوہو کوئل کوکے

یاد آتے ہیں میت پرانے
ساون آیا آگ لگانے

○

پل میں ہنسنا، پل میں رونا، جیون اِک افسانہ ہے
ہم بھی پاگل تم بھی پاگل، دُنیا پاگل خانہ ہے

دِن کو یہاں کہتے ہیں رات سچ پوچھو تو سچ ہے بات
اجیارا بھی دھوکا ہے، اندھیارا بھی ہے اک گھات
شیطاں بڑھ گئے، انساں گھٹ گئے کتنا عجیب زمانہ ہے
ہم بھی پاگل، تم بھی پاگل ....

آنکھیں پھاڑ کے سوتے ہیں، ہنستے ہنستے روتے ہیں
آتے خالی جاتے خالی کیا پاتے کیا کھوتے ہیں
رشتے ناطے، پیار اور نفرت سب دل کا بہلانا ہے
ہم بھی پاگل، تم بھی پاگل ....

کون بہن ہے، کون ہے بھائی کون پتی ہے کون لگائی
ایک تماشہ شیخ و برہمن، کہاں رہا اب خوفِ خدائی
عقل کی کوئی بات کہاں ہے ڈھونگ ہے اور بہانہ ہے
ہم بھی پاگل، تم بھی پاگل ....

اُلٹی گنگا

اب تو ایسا لگتا مالک تیرا یہاں کچھ کام نہیں
جھوٹے کھائیں دُودھ ملائی سچّوں کو آرام نہیں

ایٹم اور ہائیڈروجن بم کے یہ جو بنانے والے ہیں
جانے مانے یہی درندے دُنیا کے رکھوالے ہیں
سائنسی کرتب کے بل پر جلا کھنگالنے والے ہیں
شاید تیرا ابھی سُدرشن کر سکتا سنگرام نہیں

اب تو ایسا لگتا ....

سُن گردھاری تیرا پجاری پوجا پاٹ نہ مانے آج
مندر کے رکھوالے بھی اب لگے ہیں تجھ کو چرانے آج
رشتے ناطے دھرم وایمان بھول گئے دیوانے آج
کالے دھندے والے بھی تو ہوتے یہاں بدنام نہیں

اب تو ایسا لگتا ....

زرداروں نے للکارا ہے آج دُکھی ناداروں کو
سُرخ کیا ہے ان کے لہو سے ان کالے بازاروں کو
کبھی نہ دیتا ڈھارس کوئی بیچارے لاچاروں کو
اس منڈی میں میرے مالک انسانوں کا کام نہیں   اب تو.....

کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی

کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی، کون کسی کا میت یہاں
وہیں پہ محفل لگتی ہے ہوتے ہیں چھلکتے جام جہاں

پھول کھلیں تو ہوتا ہے ہر ڈال پر قبضہ بھنوروں کا
پت جھڑ آئے تو پھر دیکھو شور شرابہ پتوں کا،

اُڑ گئے پنچھی، رہ گئی ڈالی، اب وہ مہکتے پھول کہاں
کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی ....

مست جوانی نکھری نکھری مہکی زلفیں کالی کالی
کیسا حسین موسم تھا بدن کا کھڑے ہوئے تھے لاکھ موالی

کایا پلٹی، بایا الٹی، رہ گئے باقی نام و نشاں
کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی ....

اپنے اپنے دام بچھائے گلی گلی صیاد ملے
موقع ملے تو توڑ لیں بڑھ کر جیسے ہی کوئی کلی کھلے

عقل کے اندھے شیطانوں میں کوئی نہ ڈھونڈے اب انساں
کوئی کسی کا دوست نہ ساتھی ....

عورت

اندھیرے دل سے بھی یہ پیار کے سورج اگاتی ہے
محبّت کی نہیں جاتی، محبت ہو ہی جاتی ہے

یہ دُلہن ہے جو دولہا کے لئے جگ چھوڑ دیتی ہے
یہ اک بندھن کی خاطر سارے بندھن توڑ دیتی ہے
دُکھی ہوتی ہے خود لیکن وہ سکھ ساگر بہاتی ہے

محبّت کی نہیں جاتی ....

سنگھاسن چھوڑ کے محلوں کی رانی درد سہتی ہے
نبھانے پریت اپنی جنگلوں میں ساتھ رہتی ہے
ہر اک یُگ میں وفا پر مر کے وہ جینا سکھاتی ہے

محبت کی نہیں جاتی ....

یہ رشتے پریم بندھن کے سدا انجان ہوتے ہیں
کہیں یہ کھو کے پاتے ہیں کہیں یہ پا کے کھوتے ہیں
انھیں کے پریم سے جیون نیا دنیا یہ پاتی ہے

محبّت کی نہیں جاتی ....

میرے بچو یہ دُنیا تو مطلب کی دیوانی ہے
پُستک کی یہ بات نہیں ہے میری اپنی کہانی ہے

کھلتی جہاں ہیں سُندر کلیاں بھنورے وہیں پر آتے ہیں
پت جھڑ تک وہ عیش ہیں کرتے اپنا دل بہلاتے ہیں
اُسی سمئے تک کے ساتھی ہیں جب تک رس کی روانی ہے

میرے بچو! یہ دُنیا تو ......

اپنوں سے کیا غیروں سے بھی ہم نے ناطے جوڑے ہیں
انسانوں کے وحشی پن نے ارماں میرے نچوڑے ہیں
ایک تمنّا دولت کی جو ہر شئے سے بیگانی ہے

میرے بچو! یہ دُنیا تو ......

بُری نہیں یہ بات کہ ٹوٹے انسانوں کے کام آ ؤ
انسانوں کے بھیس میں لیکن شیطاں سے محتاط رہو
نیکی بدی ہے سمجھی بوجھی راہ مگر انجانی ہے
میرے بچو! یہ دُنیا تو ....

(اپنی پوتی رکھشارانی کے لئے)

کلی ہمارے دل کی آج کھلتے ہی مسکائی
تین برس کی رکھشارانی چوتھے برس میں آئی
آؤ مل کر اس مینا کو دیدیں جنم بدھائی
چوم کے اس کے چہرے کو پھر کرلیں کیک کٹائی
دوڑ کے آجا پاس ہمارے دل کی دھڑکن تو
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ....

میرے دل کی رونق تجھ سے سن اے بھولی بھالی
میرے اس گلشن میں تیرے دم سے ہے ہریالی
بن تیرے گھر سونا میرا۔ ساتھ ترے دیوالی
بولی تیری میٹھی میٹھی کوئل کی کُو کُو ......،

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ....

کبھی کبھی تو کومل چنچل لگتی ہو تم دادی
بھاری باتیں ہلکے منہ سے لگتیں بڑی سوادی
ہار پہن کے ہنستی ہے جب پھولوں کی شہزادی
سچ کہتا ہوں جیسے کوئی کر دیتا جادو

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ......

سمئے سمئے پر کھیل کود باتیں اور پڑھائی
ایسی بٹیا اپنے کو کیا سارے جگ کو بھائی
ریشم کی گڑیا ہے تو جو میرے گھر میں آئی
تجھ کو دیکھ کے ہنسنے لگتی آنگن کی خوشبو

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ......

یہاں پہ اکثر بار بار بس وہی لوگ تو آتے ہیں
جھوٹے وعدوں اور قسموں سے اپنا پیار جتاتے ہیں

ہم نے پوچھا بولو صاحب پیار محبّت کا کارن
دیا بڑے ہی فخر سے اُس نے اک مجنوں کا اُدھارن
مگر یہ وہ ہیں جو اِک جھونکا کبھی بھی جھیل نہ پاتے ہیں

یہاں پہ اکثر بار ....

مِلا کے آنکھیں آنکھوں سے چُومیں گے میرے گالوں کو
ہٹا کے زلفوں سے چُنری کو بکھرا دیں گے بالوں کو
لپٹ کے میرے سینے سے وہ آگے بڑھتے جاتے ہیں

یہاں پہ اکثر بار ....

ہم تو اس کم ظرف کھیل سے اب تو بھاگا کرتے ہیں
مسلے کچلے پھول ہیں ہم ان بھنوروں سے ڈرتے ہیں
یہ تو وہ پروانے ہیں جو شمع کو آکے بجھاتے ہیں

یہاں پہ اکثر بار ....

عبرت کا یہ جو افسانہ آج سُنایا ہے ہم نے
بکتی جوانی پر سے پردہ خود ہی اٹھایا ہے ہم نے
سودے پیار کے تاجر آکے سیم و زر سے چکاتے ہیں

یہاں پہ اکثر بار ....

بناتے ہیں لوگ

○

بہت سے بہانے بناتے ہیں لوگ
حقیقت سے منہ کو چھپاتے ہیں لوگ

سدا چیختے ہیں سیہ دیوانہ وار
کہ ہم ہیں محبت پہ تیری نثار
یہ سر زر کے آگے جھکاتے ہیں لوگ
بہت سے بہانے بناتے ہیں لوگ

وہ رہتے ہیں بس اپنے سکھ ہی کے پیاسے
مرے یا جئے کوئی اُن کی بلا سے
دُکھے دل سے دامن بچاتے ہیں لوگ
بہت سے بہانے بناتے ہیں لوگ

سدا سلسلہ گر یہ جاری رہا
کسی کو ملے گی نہ دُکھ کی دوا
یہاں دردِ دل کو بڑھاتے ہیں لوگ
بہت سے بہانے بناتے ہیں لوگ

بہانے ہیں آخر بہانے رہیں گے
کہاں تک یہ موسم سہانے رہیں گے
سمجھ بوجھ کر دھوکہ کھاتے ہیں لوگ
بہت سے بہانے بناتے ہیں لوگ

گیت

زمانے سے کہہ دو نہ ہم کو ستائے
کہ بیٹھے ہیں ہم زخمِ دِل کے چھپائے

نہ مانگا نہ چھینا کبھی کچھ کسی کا
مگر حال اپنا ہُوا بے بسی کا
جُدا ہو گئے ہم سے اپنے ہی سائے

زمانے سے کہہ دو نہ ہم کو ستائے

محبّت کا اپنی بھروسہ دلا کر
مجھے تم نے لُوٹا ہے اپنا بنا کر
تمہاری محبّت سے ہم باز آئے

زمانے سے کہہ دو نہ ہم کو ستائے

گزرتی ہیں کیسے یہ بے نُور راتیں
کہ خود ہی سے کرتے ہیں ہم اپنی باتیں
اندھیروں میں جلتے ہیں جگنو کے سائے

زمانے سے کہہ دو نہ ہم کو ستائے

یہ آنکھوں کی مستی جوانی کا عالم
یہ کرتی ہیں اپنی محبت کا ماتم
امیدوں کے دیپک جلائے بجھائے
زمانے سے کہہ دو نہ ہم کو ستائے

غزل

جب جب ترے لبوں کو ہنسی چوم آتی ہے
رگ رگ میں اک نشیلی تھکن دوڑ جاتی ہے

رنگیں فضائیں میرے بدن سے لپٹتی ہیں
فطرت اُتر کے جب مرا آنگن سجاتی ہے

لگتے ہیں عاشقانِ بہاراں کے جب ہجوم
زخمی بہار ایک نئی روح پاتی ہے

جب چودھویں کا چاند ہو ساحل ہو' پیار ہو
پھر دو دِلوں کی پیاس یہ ندیا بجھاتی ہے

ساون کی سرد رات میں رِم جِھم پھُوار میں
ساگر کی پیاسی سیپ زرِ نور پاتی ہے

جب رِزق لیکے لوٹتے پنچھی ہیں اپنے گھر
ہر شاخ آشیاں کی جبھی لہلہاتی ہے

چہرے پہ پھول ایک ترنم سے کھِلتے ہیں
آنچل میں تیرے بادِ صبا گنگناتی ہے

پارسؔ نہ جانے کیوں تجھے بھُولے نہیں ہیں ہم
دل کی اُمنگ اب بھی ترے گیت گاتی ہے

بوالہوس

چل چل کر جو رُک جائیں — محنت سے جو گھبرائیں
ظلم و ستم سے رعب جمائیں — زر کی کھنک پر بک جائیں
اور ہوس کی وادی میں جو عیش کیا کرتے ہیں
ایسے لوگ جہاں میں یارو خاک جیا کرتے ہیں

دل میں نہ جن کے سچائی — دھوپ کی طرح ہرجائی
رات کو لیتے انگڑائی — ہر صورت کے شیدائی
مایا جوش میں ہر آنچل کو چاک کیا کرتے ہیں
ایسے لوگ جہاں میں یارو خاک جیا کرتے ہیں

اُلفت کا دم بھرتے ہیں — ہر اک دوست پہ مرتے ہیں
جھوٹی باتیں کرتے ہیں — بُرے سمئے سے ڈرتے ہیں
بھنور میں دیکھ کے یاروں کو رُخ موڑ دیا کرتے ہیں
ایسے لوگ جہاں میں یارو خاک جیا کرتے ہیں

پیسے کے یہ پجاری ہیں — چاہت کے بیوپاری ہیں
خود اپنے پر بھاری ہیں — خنجر یہ دو دھاری ہیں
پت جھڑ میں ہر گلشن کو برباد کیا کرتے ہیں — ایسے لوگ جہاں میں یارو کیا خاک....

مزدور

بند لبوں کا تالا کھول — اُوپر والے کچھ تو بول
بانٹ ترازو دیگر گئے سب — اب تو آ کر خود ہی تول

منہ پر جس کے محنت جھلکے — ہر سیوا میں آگے لپکے
اپنی ہستی خود ہی مٹا کے — سدا یہاں کام آئے سب کے
بہائے اپنا خون پسینہ — پھر بھی جیون ڈانواں ڈول

اُوپر والے کچھ تو بول....

ہاتھ سے جس نے محل بنایا — دھرتی کو امبر سے ملایا
سکھ بانٹا اور سب کو ہنسایا — اُس کو سمئے نے خوب رلایا
اپنی بازی ہار گیا کیوں — جس کی محنت ہے انمول

اوپر والے کچھ تو بول......

آن بان پر لڑنے والا — دیش کی خاطر مرنے والا
گھٹنوں کے بل چلنے والا — پروانہ سا جلنے والا
جانے آخر کب بدلے گا — تڑپ گھٹن کا یہ ماحول

اوپر والے کچھ تو بول.....

کھیت کا جس کو دانہ پیارا — خون سے اپنے جسکو سنوارا
فصل کے بدلے آنسو کاٹے — بچا نہ بیلوں کا بھی چارا
ہر پل پہ ملتی اک نئی بپتا — جیون جیسے خالی ڈھول

اوپر والے کچھ تو بول....

بابل چھوٹا جائے

(اپنی بیٹی ارونا کے نام)

ساجن کے گھر جانے والی آنکھ مری بھر آئی ہے
تیرے لئے یہ رُت ہے ملن کی میرے لئے تو جدائی ہے

میرے گھر کے آنگن میں اب یاد کی برکھا برسے گی
آنکھ کی ٹھنڈک دل کی تمنا تیرے لئے اب ترسے گی
رسم و رواج کی مجبوری سے تیری جدائی بھائی ہے

ساجن کے گھر جانے والی آنکھ مری بھر آئی ہے

تیری چہک سے گونج رہی ہیں اب بھی مرے گلشن کی فضائیں
اب بھی تیرے قدموں کی آہٹ لاتی ہیں چنچل سی ہوائیں
آنکھ میں آنسو، لب پہ ہنسی، یہ دو سُر کی شہنائی ہے

ساجن کے گھر جانے والی آنکھ مری ....

بیٹی پرایا دھن ہوتی ہے اک دن اُس کو جانا ہے
ساجن گھر تو پریم نگر ہے، بابل گھر افسانہ ہے
دُنیا کی یہ اِک سچائی روتی ہنستی بدائی ہے

ساجن کے گھر جانے والی آنکھ مری....

کوٹھے کی ایک شام

ایک تماشائی : ہائے جانی، ذرا عاشقوں سے تو آنکھیں ملاؤ

رقاصہ : دھت ترے کی،

عشق کرو اپنی پتنی سے، خالی آنکھیں نا مارو

اس دُنیا میں دولت ہی ہے اصلی یار ہمارو

(ایک آدمی دس کا نوٹ دِکھاتا ہے)

رقاصہ : دس روپیہ ہیں نا بھئی نا میں کروں سلامی دُور سے

نَوٹَنوٗ کے دس نوٹ نکالو، ہو گئے ہم حضور کے

ایسے رسیلے لبوں کی لالی، مشکل ہی سے ملتی ہے

ایسی نِکھری نکھری جوانی جنت ہی میں کھِلتی ہے

خوشی سے مجھ کو اپنا بنا لو بنے ہوئے دستور سے

نَوٹَنوٗ کے دس نوٹ نِکالو ....

ایک تماشائی : پی کر شراب لیں گے ہم تیرے شباب کا مزا او جانِ جاں

رقاصہ : ایک چھلکتا جام ہُوں میں تو، پی لو مجھ کو جی بھر کے
اے دل والو دل میں بسا لو باہنوں میں بھر لو بے کھٹکے
پی لو پی لو جام جوانی اک جنّت کی حُور سے
سَو سَو کے دس نوٹ نکالو ....

ایک تماشائی : پیسہ پیسہ کیا کرتی ہو پیار کی میٹھی بات کرو

رقاصہ :- پیار سے کچھ بھی لابھ نہیں ہے جیب سے اپنی نوٹ نکالو
پیار تو ہے اک دردِ جگر کا، پیار کی ایسی تیسی چھی
تن کالا اور من بھی کالا باتیں بگلوں جیسی، چھی
ہنس لو اور ہنسالو سب کو آج نقد کے نُور سے
سَو سَو کے دس نوٹ نکالو ....

دوسرا تماشائی : ارے سچّے پیار کی بات کرو چھمیا

رقاصہ سچّا پیار کرے گی تجھ کو تیرے گھر کی ناری
ایک ڈال پر کیسے بیٹھے بُلبل یہ بازاری
دام لگاؤ دام بچھاؤ جام پیو انگور کے
سَو سَو کے دس نوٹ نکالو ....

○

اُمنڈ اُمنڈ کے دل بھر آئے موجیں جیسے ساحل کی
حد سے گذرے یُوں بے چینی جیسے تڑپ ہو بسمل کی

روح کی کلیاں جلتی ہیں ، اک شبنم کو ترستی ہیں
پیار سے بھیگی کالی گھٹائیں دور کہیں پہ برستی ہیں
رفتہ رفتہ بڑھ جاتی ہے اور تڑپ کچھ منزل کی
اُمنڈ اُمنڈ کے دِل بھر آئے ....

کب سے راہوں میں بیٹھا ہوں آشاؤں کے دیپ جلائے
جیسے سیپی ساگر میں ہو اک بادل کی آس لگائے
کیا جانے کب پُوری ہو گی پیاسی تمنا اس دِل کی
اُمنڈ اُمنڈ کے دِل بھر آئے ....

جہاں بھی دیکھوں تُو ہی تُو ہے گُل میں تُو خوشبو میں تو
گیت میں تُو آواز میں تو ہے رقص میں تو گھنگھرو میں تو
دِل کے اندر شور بپا ہے دھوم ہو جیسے محفل کی
اُمنڈ اُمنڈ کے دِل بھر آئے ....

گیت

اے دردِ بے محل — اتنا بھی نا مچل
آج نہیں تو کل — بکھریں گے یا دل
جتنا تو تڑپائے گا — من اپنا مسکائے گا
جب تک دل میں طاقت ہے — آہ نہ بھرنے پائے گا
حالات کے سانچے میں ہم بھی گئے ہیں ڈھل
اے دردِ بے محل ....

پیروں کی زنجیروں سے — ظلم وستم کے تیروں سے
لڑنا اپنا مقصد ہے — پھوٹی ہوئی تقدیروں سے
ہے راہ کی دشواری ان آنکھوں کا کاجل
اے دردِ بے محل ....

دل کو لوٹنا پیارا ہے — بس یہ شوق تمہارا ہے
ہم نے دل پر سارا ستم — ہنس کر کیا گوارا ہے
دل کو جی بھر کے کر لو تم گھائل
اے دردِ بے محل ....

دل کو کیوں تڑپایا ہے — خود کو کیوں اُلجھایا ہے
سوچ ذرا سا بیٹھ کے تو — کیا کھویا کیا پایا ہے
یہ عشق و محبت ہے کیوں بنتا ہے پاگل
اے دردِ بے محل ....

پیٹر ہو یا فینی ہو یا ویٹ کی ہو وہسکی
سج گئی گھر کے بار میں تو پھر گھر کی رونق کھسکی

یہ لال سنہرا پانی ہے تو کیا جانے ہے جانی
گندا مال نچوڑ کے تجھ کو دیتی نئی جوانی
ہونٹوں سے اک بار لگے تو لائے موت کی ہچکی
پیٹر ہو یا فینی ہو یا ویٹ کی ہو وہسکی

گھر میں کرے اندھیرا یہ ہے چاند گہن کا گھیرا
سانپ نہ نکلے باہر یارو بین بجائے سپیرا
یہ زہریلی ناگن پیارے ہوئی کہاں ہے کس کی
پیٹر ہو یا فینی ہو یا ویٹ کی ہو وہسکی

دیکھے ہیں چوبارے ہم نے دیکھی ہیں سانجھ سکارے
اڑا کے آئے دارو میں تنخواہ پتا تھیارے
بیٹی کا بھی کر دیا سودا ایسی ہے یہ رسکی
پیٹر ہو یا فینی ہو یا ویٹ کی ہو وہسکی

موت کا خونی جال ہے یارو میخانے کی دلدل
یہاں سنبھل کے پاؤں رکھنا یہ ہے زمین مقتل
وہی یہاں پر آجاتا ہے قسمت بگڑی جس کی
پیٹر ہو یا فینی ہو یا وبیٹ کی ہو وہسکی

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

ہری تم ہو

بڑا پاپ نگر کے گنڈے لوبھی دوار تمہارے آتے ہیں
بڑے بھاؤ سے بڑے بھاؤ کے بایا دیپ چڑھاتے ہیں
کرموں کا پھل بھوگنا ہوگا دھر دیں چاہے پونجی ساری
ہری تم ہو پر بھو تم ہی ہو تم ہو ہر جن ہتکاری

* * * * * * * *

مزاحیہ گیت

کھالے کھالے تو اے میری جان
ہم بنارس سے لائے ہیں پان

یہ تو ہونٹوں پہ لالی وہ لائے
جس پہ بھنورا بھی بس بیٹھ جائے
بوڑھا کھائے تو ہووے جوان
ہم بنارس سے ....

اس میں ڈالا ہے ڈسکو مسالا
مُکھ پہ آتا ہے جس سے اُجالا
تیر آنکھیں بنیں دِل کمان
ہم بنارس سے ....

پہلوان آکے جو پان کھائے
سارے دنگل ہیں وہ جیت جائے
اسکی جے بولے سارا جہان
ہم بنارس سے ....

سوچو مت بیڑا یہ منہ میں ڈالو
پیسے اب جیب سے کچھ نکالو
ہم نے کھولی ہے اونچی دوکان
ہم بنارس سے...

گیت

ساحل سے جب اُٹھی لہر .... آئی حسینہ اِک دِلبر
اوڑھے پتلی لال چُنر گجرا لگا کے بالوں میں
دِل کہتا ہے ایسی پری کو رکھ لوں دِل کے تالوں میں

ساحِل سے جب اُٹھی لہر....

گال گُلابی ایسے نکھرے جیسے پھُول بہاروں میں
نیناں ترچھے ایسے چھلکے ہیرے جیسے ہاروں میں
چال نشیلی بانکی چھبیلی بس گئی نین کے پیالوں میں

ساحِل سے جب اُٹھی لہر....

سُرخ لباس میں آئی اچانک چھم چھم جھیل کِنارے
گیت سُریلا گاتے گاتے بکھرے بال سنوارے
اُچھل پڑی پھر اُجلے جل میں بولی بلما آ جا رے
سپنے سب سہکار ہوئے آ گئے ہم اُجیالوں میں

ساحِل سے جب اُٹھی لہر......

○
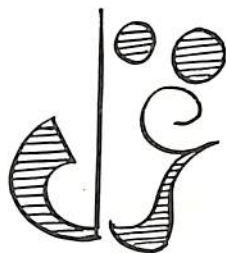
صبح ہوئی تو پیڑ تلے میں سِسک سِسک کے رویا
بیتی یادوں کے جنگل میں دُور تلک میں کھویا

منظر بدلا تو پنچھی نے اپنے ترنم بھی بدلے
پھول پہ بیٹھ کے اُس نے اپنا منہ شبنم سے دھویا

مرتے دم تک راہ تکیں گے اک دن تو تم آؤ گے
کتنا ہی برسے ٹوٹ کے بادل راہ کو کس نے ڈبویا

فصلِ بہار آئی ہے ہر سُو، نکھرا نکھرا ہر اک پھول
ایسی مست فضائیں بھی ہیں گھوموں باولا کھویا

دِن کو ڈھونڈوں ڈگر ڈگر اور رات کو رستہ دیکھوں
من کی مالا میں بھی میں نے تیرا ہی نام پرویا

شہر کی گلیاں تجھ بن سُونی دل میں گہرا سناٹا
اپنا دامن خالی خالی اپنا مقدر سویا

پارسؔ کاش خدا مِل جائے تو میں اُس سے پوچھوں
کب وہ ساجن آئے گا واپس جو ہے میں نے کھویا

تم حسن پہ مت اترا ؤ حسینہ اک دن یہ ڈھل جائے گا
رنگِ جوانی اُترے گا تو کچھ بھی نہیں مِل پائے گا'

شاعر : ایک حسینہ چاند کی جیسی اِس محفِل کا نُور
اترا تی ہے پاگل ہو کر سچّائی سے دُور
جب یہ صُورت ریت بنے گی کون اِسے اپنائے گا
تم حُسن پہ مت اِتراؤ.....

حسینہ : حُسن ہے میرا پھولوں جیسا جسکو کہو میں شرما دوں
جوگ تپسیا بھگتی جیون سب اک پل میں بہکا دوں
مٹی میں مِل جائے گا اک دن مجھ سے جو ٹکرائے گا
تم حُسن پہ مت اتراؤ......

شاعر : اترانے سے کچھ نہیں ہو گا حُسن تو جانے والا ہے
ٹوٹ کے اک دن جو بکھرے گی یہ تو ایسی مالا ہے
کھیل تمہارا ہے یہ پلوں کا سدا نہیں چل پائے گا
تم حُسن پہ مت اتراؤ.....

حسینہ : جس کو کہو میں پاگل کر دوں دُنیا میری مٹھی میں
ایک قیامت ہو جائے گی لہرا کے جو اٹھی میں
ہائے جو نِکلی میرے دِل سے دیکھنا تو بھی جل جائے گا تم حُسن پہ....

عجب ہے یہ دُنیا

دل سونپ کے ہم نے جسے ہمراز بنایا
اُس نے مرے رازوں سے مجھے خوب مٹایا

مرجاؤں کہ جی جاؤں میں اب اُس کی بلا سے
کیا واسطہ اُس کو مری الفت سے وفا سے
بے کس جو ہوا میں تو کوئی پاس نہ آیا

دل سونپ کے ہم نے ......

جینے کی تمنّا ہے مگر اپنی رضا سے
یہ کیا کہ مرے دل کے ارادے ہیں پیاسے
مجھ سے ہی بچھڑ جائے کبھی میرا ہی سایا

دل سونپ کے ہم نے ......

ہمّت سے چھلکتے ہیں ابھی دل کے خزانے
پربت سے بھی ٹکرانے کی طاقت ہے زمانے
ہاں مجھ کو مرا پیار مگر راس نہ آیا،

دل سونپ کے ہم نے ......

ایسا ہی چلن جگ میں جو دُنیا کا رہے گا
انسان یہاں کوئی بھی ہنستا نہ ملے گا
ہم نے تو نئے لوگوں کو دم ساز بنایا

دِل سونپ کے ہم نے ....

قطعہ

ہر اک قدم پہ نئے آبلے جو پاتا ہوں
میں آگ اُگلتی زمینوں سے لوٹ آتا ہوں
غموں کی دھُوپ میں جب دل کے زخم جلتے ہیں
تمہاری آنکھوں کے ساغر میں ڈوب جاتا ہوں

رقص

آجا مرے جانی — میں تیری دیوانی
آ تجھ کو بلائے — مری تنہا جوانی
آجا مرے جانی

جب سے تجھے دیکھا — ہر رات گنوائی
ہم نے تری صورت — اس دل میں چھپائی
آنکھوں سے کہوں میں — اک پریم کہانی
آجا مرے جانی

اب اتنا نشہ ہے — میخانہ پیا ہے
چاہت کا تری اب — الزام لیا ہے
میں تیرے لئے ہوں — دنیا سے بیگانی
آجا مرے جانی

اس چاند سے پوچھو — ان تاروں سے پوچھو
مہکے ہوئے سارے — نظاروں سے پوچھو
یادوں سے سنواری — ہے رت یہ سہانی
آجا مرے جانی

اے مرے بلم آ — پھر چھیڑ وہ نغمہ
دل مستی میں آئے — گونج اٹھے زمانہ
آجائے محبت سے — ہر شئے میں روانی
آجا مرے جانی

پریم چند ہے میرا نام پیدا ہوا ہوں پیار سے
سارے عاشق ڈرتے ہیں اِس عشق کے اوتار سے

دس بارہ ہو یا سترہ ہو کتنا بڑا ہی دل ہوگا
جو اُلجھے گا ساتھ ہمارے اِک دن وہ گھائل ہوگا
ہم نے عِشق اکھاڑے کا تو جیتا ہر دنگل ہوگا
ترچھی چالوں ڈھالوں میں اپنا ہر اک پل ہوگا

ابھی تلک آزاد ہوں میں ہر بندھن کی تکرار سے
پریم چند ہے نام ....

میں نے مدورا پی رکھی ہے نینوں کے میخانے کی
سیر کئے بیٹھا ہوں یارو دِل کے ہر تہہ خانے کی
جان کے بدھو بنتا ہوں میں قسم سے ہوں میں سیانا
کہتے ہیں سب مجھ کو پاگل میں سب کو دیوانہ

میں جو چاہوں سورگ سے لاؤں پریاں اک پچکار سے
پریم چند ہے نام ....

پیار جسے کہتے ہیں بھیا موت کا یہ تو مرگھٹ ہے
میری محبت سب سے نیاری پریوں کا یہ پنگھٹ ہے
بان میں نینوں کی یوں ماروں پھوڑوں دل کی گگری
مجھ کو جیت نہیں سکتی ہے پریم کی ساری نگری

مہکا دوں گا پیار کا پنگھٹ گیتوں کے گلزار سے
پریم چند ہے نام ....

"ہمارا چلن"

لڑائی کی بجائے ہم نہیں کرتے لڑائی
ہم نے دنیا امن کی دل سے بسائی

ہو پرایا یا ہو اپنا جتنا جی چاہے ستائے
سنگ کے بدلے میں ہم سے پیار کا برتاؤ پائے

اہنسا کی ہے اک راکھی بندھائی
لڑائی کے بجائے ....

پیار ہی مذہب ہے اپنا پیار ہے اپنا خدا
پیار اوّل پیار آخر پیار ہی دل کی صدا

دشمنوں سے بھی نہیں کی بے وفائی
لڑائی کے بجائے ....

ہم نے تاریکی کے دل میں دیپ اُلفت کے جلائے
ہم نے گمراہوں کو اکثر راستے سچے بتائے

بُرے لوگوں سے بھی اُلفت نبھائی
لڑائی کے بجائے ....

خطاب (اپنے بچّوں کے نام)

اپنے آشیانے کا تنکا تنکا جوڑا ہے
ہم نے سنو! جفاؤں کو اک وفا سے توڑا ہے

آندھی، برق اور طوفان بن گئے جہاں والے
ہم نے جلتی دھرتی پر رہ گذر بنا ڈالے
دشمنوں کا رُخ پھر بھی پیار ہی سے موڑا ہے
اپنے آشیانے کا ....

سب کے رنج اور غم کو اپنا غم بنایا ہے
بازؤں کی محنت کو اک صنم بنایا ہے
زندگی کی منزل کا اب سفر یہ تھوڑا ہے
اپنے آشیانے کا.........

پاس ہمارے آئے ہیں شعلہ بن کے اپنے بھی
بار بار ٹوٹے ہیں دل نشین سپنے بھی
ہم نے ہر حقیقت کو فہم سے جھنجھوڑا ہے
اپنے آشیانے کا...............

زندگی کے لمحوں کی اب یہی تمنّا ہے
ہر قدم پر تم جیتو یہ جہاں تمہارا ہے
تم سبھوں کی خاطر ہی خونِ دل نچوڑا ہے
اپنے آشیانے کا.........
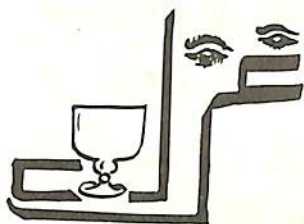
وہ جو گلشن میں مرے پاس تھی کل ایک حسیں
آج کیا جانے کہاں ہے وہ مری ماہ جبیں

لے گئی لوٹ کے ارمان بھرے دل کا قرار
چھوڑ کے مجھ کو دہکتے ہوئے شعلوں میں یہیں

کتنے وعدے تھے کئے، ساتھ نبھایا نہ مرا
ہو کے منکر وہ گئی ساتھ رقیبوں کے کہیں

دل سے اٹھتا ہے دھواں داغ جگر ہیں گہرے
رفتہ رفتہ یہ مرض اور ہوا ہے سنگیں

کھینچتا ہوں میں تصوّر میں ترا عکس مگر
کبھی دھندلے ہیں ترے خواب کبھی ہیں رنگیں

بلبلیں پوچھتی ہیں مجھ سے بہ چشم پُر نم
کب وہ لوٹے گا صنم ہم کو دلاؤ تو یقیں

تم نہ آؤ گے تو ہو جائیں گے خاک ہم پارس
برق لہراتی ہے اب دل کے نشیمن کے قریں

آئینہ

میں نے اک کلی دیکھی

میں نے اک کلی دیکھی
خوشنما جھروکے سے
ہنستی اک کلی دیکھی

میں نے اک کلی دیکھی

زُلفیں کالی کجراری
چاند جیسے چہرے پر
پھول جیسے ہونٹوں کو
چومتا تھا اک ساون

جھیل جیسی آنکھوں میں خواب تھرتھراتے تھے
وہ حسیں غزل پیکر حور سے حسیں تر تھی

میں نے اک کلی دیکھی

دفعتاً نگاہوں میں
برق جیسے لہرائی
میں نے ایک گلچیں کو
اُس پہ ٹوٹتے دیکھا
بکھری سمٹی لرزتی خوفزدہ
وہ کلی آندھیوں میں ڈوب گئی
کالے بادل نے اُسکو ڈھانپ لیا
چاند گہنا گیا رات تھرا گئی

میں نے اک کلی دیکھی

گُریز

ایک مجبُور زخمی اُلفت کو تڑپا ترسا کے مارتے کیوں ہو
سُوئی جیسی نکیلی راہوں سے مجھ کو ہر پل گذارتے کیوں ہو

ہرا بھرا سا بدن تھا کبھی جو سونپ چکے
تمام رنگ محبت کے اپنے کھو بیٹھے
بہارِ عمر بھی فصل خزاں پہ وار آئے

میرے بیتے دنوں کے موسم کو اب بھی اکثر پکارتے کیوں ہو
ایک مجبور زخمی اُلفت کو ....

ستایا اپنوں نے غیروں سے کیا کروں شکوہ
دیا جسے بھی لہو دل کا اُس نے ظلم کیا

کوئی چہرہ نہیں ہے اب اس میں شیشۂ دل سنوارتے کیوں ہو
ایک مجبور زخمی الفت کو ....

وہ شہرِ سنگ تھا انصاف مانگتے کس سے
تھا نفرتوں کا نگر پیار چاہتے کس سے

تم مجھے جانتے ہو برسوں سے طعنے دے دے کے مارتے کیوں ہو
ایک مجبور زخمی الفت کو ....

شکایتیں نہ کریں گے یہ ہونٹ سی لیں گے
ستالے ہم کو زمانہ ہم اشک پی لیں گے

ہم بہت دُور جا چکے پارس ہم کو اب تم پکارتے کیوں ہو
ایک مجبور زخمی الفت کو ....

"قدروں کی تبدیلی"

اب حسن و جوانی پر دُنیا یہ دیوانی ہے
سیرت ہی سبھی کچھ ہے یہ بات پُرانی ہے

جو جُھک کے چلے رستہ کم فہم گِنا جائے
تانے جو یہاں سینہ ہر دل کو لبھا جائے

آنچل ہے اگر سر پہ فرسُودہ نِشانی ہے
اب حسن و جوانی پر دُنیا یہ دیوانی ہے

پہلے تو یہی عورت انسان کی تھی عزّت
رشتوں کی نزاکت میں ہر پہلو سے تھی حرمت

بازار جہاں میں اب دلبر ہے یہ جانی ہے
اب حسن و جوانی پر دُنیا یہ دیوانی ہے

ستیا و سعیدہ نے بدلا ہے چلن اپنا
ہر موڑ پہ کرتی ہیں روشن یہ بدن اپنا
محرم ہو کہ نا محرم پر آنکھ مِلاتی ہے
اب حسن و جوانی پر دُنیا یہ دیوانی ہے

قدروں کی یہ تبدیلی فطرت نہ بدل ڈالے
سر جوڑ کے بیٹھیں گر تہذیب کے متوالے
مل جُل کے ہمیں یارو اک شمع جلانی ہے
اب حسن و جوانی پر دُنیا یہ دیوانی ہے

رگ رگ میں دوڑتی ہے شاید تری محبت
تو پاس تو مصیبت، تو دُور تو قیامت

اک خط ملا تھا تیرا تو نے یہ کیا لکھا ہے
اے میری جاں بتا دے کیوں مجھ سے تو خفا ہے
میں کیا بتاؤں تجھ کو اُلفت کی یہ نزاکت،
رگ رگ میں دوڑتی ہے ....

پھر یہ خبر بھی آئی تم اب نہ آسکو گے
لیکن مجھے بتا دو اس دل سے جا سکو گے؟
معصوم دِل پہ تو نے توڑی یہ کیسی آفت،
رگ رگ میں دوڑتی ہے ....

ہم کب یہ جانتے تھے تم ہم سے دُور ہو گے
تم بھی ہماری طرح بے بس ضرور ہو گے
آرام کھو گیا ہے، روٹھی ہوئی ہے راحت
رگ رگ میں دوڑتی ہے ....

KAILASH
पानी
दूध
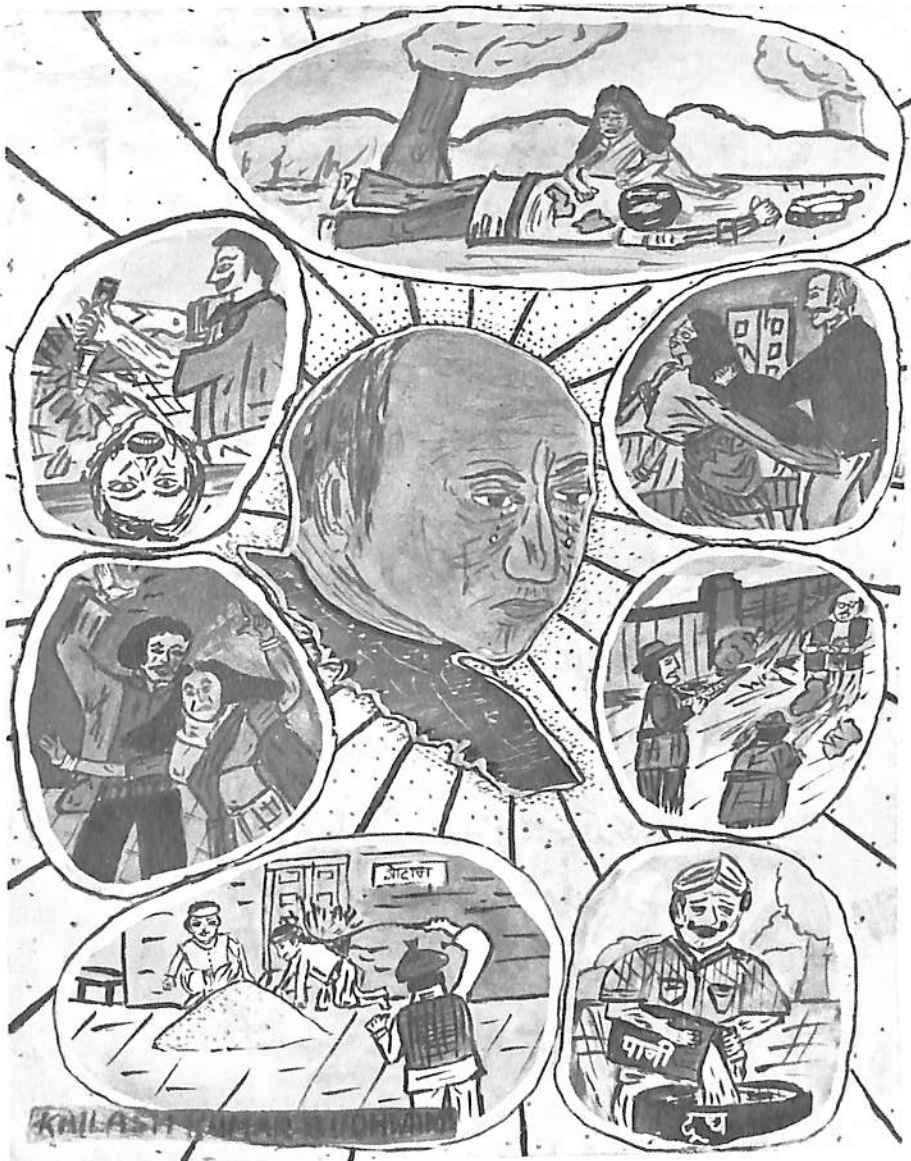
چلے آؤ

بہاروں میں نہ آئے تم خزاں میں ہی چلے آؤ
مرے نازک سے اس دل کو مرے دلبر نہ تڑپاؤ

مجھے کوئی تمنا ہے نہ پھولوں کی نہ گلشن کی
فقط ہے آرزو میری تمہارے مہکے دامن کی
تم اک خوشبو کا جھونکا ہو مری باہنوں میں آجاؤ

بہاروں میں نہ آئے تم ....

اچانک کھو گئے ہو تم کہاں دھندلے غباروں میں
اندھیرا ہی اندھیرا ہے ہر اک سُوان نظاروں میں
بڑی قاتل ہوائیں ہیں مری آنکھوں میں چھپ جاؤ

بہاروں میں نہ آئے تم ....

یہیں ہم چھپتے پھرتے تھے بہت یادیں ستاتی ہیں
ہمیں اس جھیل کی اجلی حسیں لہریں بلاتی ہیں
مرے ساتھ آ کے پہلو میں ترنم سے غزل گاؤ

بہاروں میں نہ آئے تم ....

بچھڑنا ہی مقدّر تھا تو پھر ہم سے ملے کیوں تھے
جب ان پھولوں کو گرنا تھا تو آخر یہ کھلے کیوں تھے
مری پیاسی نگاہوں کو اب اسے پاس نہ تڑپاؤ

بہاروں میں نہ آئے تم ....

"ایک مکالمہ"

آپ سے ہے سرکار ہماری ہم ہیں آپ کی جنتا
دونوں کا سہکار بنے تو مٹے دیش کی چنتا

سرکار : اپنا فرض نبھاؤ، کالا پیسہ نہیں کماؤ
قوم کا مال نہیں چراؤ سونا نہیں منگاؤ
اسمگلر سے کچھ نہ خریدو دیش سے ہاتھ ملاؤ
پھر تم کو مل جائے گی ہم سے مائی باپ کی ممتا
آپ سے ہے سرکار ہماری ....

جنتا : روز نئے قانون بناؤ ہم کو بھی سمجھاؤ
انجانے میں بھول کریں تو گردن نہیں دباؤ
پریم بھاؤ سے ہم کو دکھا دو سیدھا سچا رستا
آپ سے ہے سرکار ہماری ....

سرکار : سیوائیں سب لگی ہوئی ہیں اپنے من سے تولو
تمہیں اگر ہو کوئی شکایت تو پھر منہ سے بولو
آؤ ہٹائیں کانٹے مل کر بنالیں اک گلدستہ
آپ سے ہے سرکار ہماری ....

حبنتا : کرتے ہیں اقرار یہ وعدہ نہیں بھلائیں گے
دلیش کا دشمن جو کوئی ہوگا نام بتائیں گے
سب دھرموں سے ہاتھ ملا کر پریم بڑھائیں گے
ہونے نہ دیں گے پانی مہنگا اور لہو سستا
آپ سے ہے سرکار ہماری ....

ان آنسوؤں کے جہاں میں ہنسی خوشی کے لئے
اندھیری راہِ محبت میں روشنی کے لئے
تم ایک شمع کی مانند دل میں ہو محفوظ
تمہاری یاد ہی کافی ہے زندگی کے لئے

نغمۂ دل ازل ہی سے ہوتا رہا ہے یُوں بیاں
اہلِ نظر نے لکھی ہے عشق کی تازہ داستاں

آغاز چاہے کسقدر، بے کیف و بے مزہ سہی
ہوتا ہے اہلِ عشق کا انجام کار جاوداں

مانا کہ یہ زمین بھی اہلِ وفا پہ تنگ ہے
پاکیزہ روح کی مگر منزلِ عشق کہکشاں

دار و رسن کی راہ سے ہنستے ہوئے گذر گئے
اہلِ وفا کے واسطے چھوڑ دیا ہے یہ جہاں

جذبۂ عشق آفریں، قوتِ فکر مرحبا
جان تڑپ کے دیتا ہے پروانہ شمع پہ یہاں

نظروں سے نظریں مل گیئں چہروں پہ نُور آگیا
پلکیں بھی نم سی ہوگیئں اُف بھی نہ کرسکی زباں

اللہ رے وہ سوزِ دل برق سی اک چمک گئی
اُس نے نظر اٹھائی تھی جل گیا میرا آشیاں

برگ و ثمر ہے محوِ غم، غنچہ و گل اُداس اُداس
اب کے بہار آئی تو ساتھ ہیں اُسکے تھی خزاں
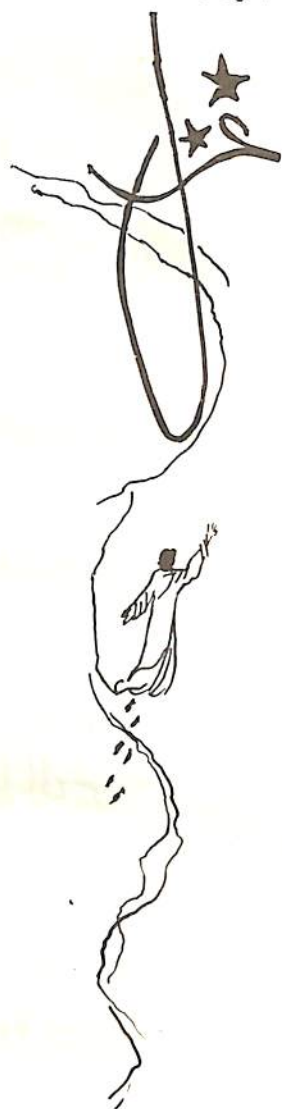
پارسؔ ہے صاحبِ نظر لکھتا ہے ہر مزار پر
"اہلِ وفا کے واسطے قبر ہے اک شفیق ماں"

ایک ہریجن لڑکی

میں نے بنگلے سے دیکھا ہے اک لڑکی کو جالی میں
لگ گئی اک شرمیلی جو ہی میرے دل کی ڈالی میں

نیلی آنکھیں، کالی زلفیں، اُس پہ جوانی کا ہے نکھار
چولی دامن اور چُنریا، دھجّی دھجّی، تار ہی تار
گال گلابی، نیم لباسی، مہکی عمریا بالی میں
میں نے بنگلے سے دیکھا ....

ہوتے ہوتے شوخ حسینہ پاس مِرے اک دن آئی
مہکی بہاریں، ٹھنڈی ہوائیں ساری رونق وہ لائی
ہنسنے لگی میری تنہائی، دیکھ ہمیں خوشحالی میں
میں نے بنگلے سے دیکھا ....

وعدہ لیا ملنے کا مجھ سے اِک دن اس نے جھیل کنارے
آئی لیکر پُر نم آنکھیں جیسے ساون آیا رے
چھم چھم نیر بہاتی آنکھیں چھوٹے انار دیوالی میں
میں نے بنگلے سے دیکھا ....

اُس نے کہا کہ میں ہوں ہریجن قابلِ نفرت اک لڑکی
کیسے جمیگی جوڑی ہماری ہیرے کی اور کنکر کی
پیار کے یہ دو پھول کھِلیں گے کیسے سوکھی ڈالی میں
میں نے بنگلے سے دیکھا ....

میں نے کہا سب انسانوں کو ایک خُدا نے بنایا ہے
اونچ نیچ کا ذات پات کا فرق تو بس اک سایہ ہے
آؤ سمٹ جائیں ہم دونوں ایک سنہری جالی میں
میں نے بنگلے سے دیکھا ....

O

آشنا تا ہوں میں میرے پیارے، میں نے دیکھے ہیں کتنے نظارے
کچھ اندھیرے اُجالے دھندلکے، کچھ سہارے ستارے شرارے
ندی کے کنارے ......

شہر میں تھا حسین ایک جوڑا، دِل زمانے نے جس کا تھا توڑا
پیاس آئے تھے دل کی بجھانے، دونوں تھے بس محبّت کے مارے
ندی کے کنارے ......

وہ اماوس کی تھی رات کالی، تن بھی خالی تھے اور من بھی خالی
دو بدن صبح بے جاں پڑے تھے، پاس ٹوٹے ہوئے تھے ستارے
ندی کے کنارے .....

ایک دولہن کو میں نے تھا دیکھا، تھا جہیز اس کی حسرت کا لاشہ
جرم اس کی غریبی بنی تھی، ڈوب کر مر گئی بن سہارے
ندی کے کنارے ......

ایک دن اک حسینہ بھی آئی، گود میں ننھا بچّہ بھی لائی
اس نے بچّے کو پانی میں پھینکا، رو پڑے تیز لہروں کے دھارے
ندی کے کنارے ......

اک دِوانی تھی ہنس ہنس کے روتی، لٹ چکا جس کی عصمت کا موتی
اپنے عاشق سے تحفہ ملا تھا، سہہ سکی وہ نہ صدمے کے مارے
ندی کے کنارے ......

نوجواں اک شرابی پڑا تھا، ریت و پانی میں لپٹا ہوا تھا
ڈھونڈنے اپنے ابّا میاں کو آئے تھے چند بچے بچارے
ندی کے کنارے ......

ہم نے کیا کیا نہ دیکھا ہے پارس اب نہیں دیکھا جاتا ہے بس بس
ٹھنڈے پانی سے اب تو مسافر بس تھکن آکے اپنی اُتارے
ندی کے کنارے ......

اے مری جانِ غزل

یہ ناز و ادا سب فانی ہے بس لمحوں کی جولانی ہے
ہے پیار زمانے کی عظمت، پر یہ بھی تو بیگانی ہے

جب تک تیرا دم ہے یہاں تب تک ہے تو جانِ جاں
بنکر مجنوں گر جائے گا تو گن گن پتھر کھائے گا

یہاں اُلفت خود بیگانی ہے
یہ ناز و ادا سب فانی ہے

ہوس بھرا بازار یہاں کا کوئی نہ کرتا سودا من کا
جسکو دیکھو بھوکا دھن کا ہر اک بھنورا ہے گلشن کا

تہذیب یہاں دیوانی ہے
یہ ناز و ادا سب فانی ہے

ہر اک عاشق جیب دکھلائے خود ناچے اوروں کو نچائے
حسن کو دیکھو عیش اُڑائے، رادھا گئی تو بیلا لائے

پیار تو ایک کہانی ہے
یہ ناز و ادا سب فانی ہے

دِل سے دِل بھی مِلاؤ گے یا اپنا دِل بہلاؤ گے
آج تو ہم سے اتنا کہدو کھوؤ گے یا پاؤ گے

حُسن ہی لُوٹنے آئے ہو تو آؤ قریب آجاؤ نا
سر پر اوڑھی چُنریا میں نے اس کو ذرا سرکاؤ نا
کاری بدروا جیسی زلفیں گالوں پر بکھراؤ نا
پیار کی لہریں بنکر میری اک اک نس میں سماؤ نا

یہ تو کہو تم چاہتے کیا ہو جلوگے یا کر جلاؤ گے
دِل سے دِل بھی ....

چاہو گے گر پیار محبت وہ بھی تمہیں مِل جائیگی
میری تمنا بادل بنکر پریم سُدھا برسائے گی
دِل کی ہر اک پیاسی دھڑکن ساتھ تمہارے جائیگی
بارش میں یہ چھایا دیگی دُھوپ میں پر پھیلائیگی

میں گھر آنگن تم کو دونگی مانگ جو میری سجاؤ گے
دِل سے دِل بھی ....

میں پیاسی ندیا ہُوں دونگی جو کچھ بھی تم مانگو گے
میں دھرتی کی کوکھ ہوں جو تم بوؤ گے وہ کاٹو گے
بولو آخر مرضی کیا ہے کیسے پیاس بجھاؤ گے
دِل سے دِل بھی ملاؤ گے یا ....

رشتے دار

من کے میلے تن کے اُجلے باتیں ہیں پر لچھے دار
کالے کالے بھنورے سے جیسے میرے پیارے رشتے دار

جب جب میرے گھر آنگن میں رُت یہ بسنتی آتی ہے
پھولوں کی مستانہ مہک سے گھر کی فضا لہراتی ہے
آجاتے ہیں رس کے لوبھی لُوٹنے سارا ہی گلزار
من کے میلے تن کے اُجلے ....

ناداری میں اُن سے مانگا اپنے لئے سہارا جب
بھائی نے منہ کو موڑ لیا اور بھابی نے دھتکارا جب
بہنا نے نہیں راکھی باندھی جیسے بھول گئی تہوار
من کے میلے تن کے اُجلے ....

پھر بھی میں نے بدلہ لینے کی نہ کبھی بھی بھول
اُن کے خالی دامن میں بھی سدا بھرے ہیں پھول،
لیکن اک اک پھول کے بدلے ملے ہیں سَو سَو خار
من کے میلے تن کے اُجلے ....

ہر شادی ہر محفل کے ہیں یہی ہمارے براتی
کھاتے پیتے موج اُڑاتے ٹھونک کے چھاتی
شرم کرم کو بیچ آئے ہیں بیچ کھلے بازار
من کے میلے تن کے اُجلے ....

مالک مجھ سے واپس لے لے ایسی یہ زرداری
کام میں سارا دن میں گنواؤں رات میں چوکیداری

سکوں کی دن رات کھنک سے ہو جاتا ہوں بہرا،
قیمتی کپڑے پہنوں لیکن زرد ہوا جاتا چہرا
اس پر لٹ جانے کا ڈر ہے چاروں طرف ہے خونخواری

مالک مجھ سے واپس لے لے .....

لہراتے بل کھاتے جب بھی لخت جگر گھر آتے ہیں
تیوری چڑھا کر بات کروں تو مجھ کو آنکھ دکھاتے ہیں
میں جو لبوں کو سی نالوں تو بھڑک اٹھے اک چنگاری

مالک مجھ سے واپس لے لے ....

راہوں پر بھی لوگ مجھے یوں دیکھیں گھور گھور
جیسے اُن کی غریبی میں کچھ میرا ہے قصور
میرے سر پر تھوپیں اپنی بھوک کی ذمہ داری

مالک مجھ سے واپس لے لے ....

اب تو مالک یہ جھگڑا ابھی اس دُنیا سے مٹا دے
میری امیری اس کی غریبی بیچ سے سب یہ ہٹا دے
مٹ جائے اِس دیس سے داتا غربت کی بیماری

مالک مجھ سے واپس لے لے....

* * * * * * * * * * * *

مجھ کو بُلا کے، پیار جگا کے
آپ نے مجھ پر، میرے دِلبر
ایک بڑا احسان کِیا

دل میں تڑپ ہے، درد و کسک ہے
پیار میں تیرے، کتنی مہک ہے

ہر پل مچلے میرا جیا
آپ نے مجھ پر......

کیسا اُجڑا پیار مِرا
بکھر گیا سنسار مِرا

پیار کے سپنے ٹوٹ گئے
خون کے رِشتے چھوٹ گئے
آندھی ایسی سمئے کی آئی
ٹوٹا دل کا تار مِرا
کیسا اُجڑا پیار مِرا

چھوڑ گیا ہے جیون ساتھی
جائے جیسے دیپ سے باتی
جیون سے اب کیسا ناطہ
جینا ہوا دشوار مِرا
کیسا اُجڑا پیار مِرا

پت جھڑ نے پھر گھیرا ہے
کلیوں نے منہ پھیرا ہے
ناؤ بھنور میں پھنسی ہوئی ہے
چھوٹ گیا پتوار مِرا،
کیسا اُجڑا پیار مِرا.....

تری بستی میں آیا ہوں

تری بستی میں آیا ہوں تجھے میں لے کے جاؤں گا
تری خاطر زمانے کے ستم ہنس کر اٹھاؤں گا

تری رگ رگ میں میری جان الفت کی کہانی ہے
ترے بن کتنی دھندلی یہ ہماری زندگانی ہے
میں اس لمبی جدائی میں بہت آنسو بہاؤں گا
تری بستی میں آیا ہوں ....

ترے ساتھ ہم نے جو گھڑیاں محبت کی گزاری ہیں
مجھے وہ اپنے جیون سے بھی کچھ زیادہ ہی پیاری ہیں
تڑپ کر جان دے دوں گا سسک کر دکھ اٹھاؤں گا
تری بستی میں آیا ہوں ....

اگر ہو کوئی مجبوری تو ہم کو بھول مت جانا'
اگر ہو زخم دِل گہرا تو ہم کو بھی دِکھا جانا
دوا ہر درد کی تیرے لئے امبر سے لاؤں گا'
تری بستی میں آیا ہوں ....

صدا تو دے کہاں ہے تو اے میری زندگی جانم'
میں ہر دیوار توڑوں گا تجھے لے آؤں گا ہمدم
میں ہر مشکل سے دُنیا کی ترا دامن چھڑاؤں گا'
تری بستی میں آیا ہوں ....

کیسا اجڑا پیار مرا
بکھر گیا سنسار مرا

پیار کے سپنے ٹوٹ گئے
خون کے رشتے چھوٹ گئے
آندھی ایسی سمے کی آئی
ٹوٹا دل کا تار مرا ....

کیسا اجڑا پیار مرا

چھوڑ گیا ہے جیون ساتھی
جائے جیسے دیپ سے باتی
جیون سے اب کیسا ناطہ
جینا ہوا دشوار مرا .....

کیسا اجڑا پیار مرا

پت جھڑ نے پھر گھیرا ہے
کلیوں نے منہ پھیرا ہے
ناؤ بھنور میں پھنسی ہوئی ہے!
چھوٹ گیا پتوار مرا

کیسا اجڑا پیار مرا

غزل

زمانے کے تبسّم سے مجھے کچھ خوف لگتا ہے
کہ باہر تو اُجالا ہے مگر اندر اندھیرا ہے

کئی آئے حسیں چہرے مجھے اُلفت جتانے کو
چراغوں سے مرا آنگن مسلسل جگمگاتا ہے

خزاں میں تو نہیں آیا کوئی پُرسانِ حال اپنا
بہار آئی تو سب آئے عجب مکّار دنیا ہے

ہمیشہ فصلِ زرداری میں آئے کتنے شیدائی
مگر ہائے رے ناداری مرا سایہ ہی چھلتا ہے

عجب غمناک فطرت ہے مرے ظالم زمانے کی
یہاں دولت کے ہاتھوں دِل سرِ بازار بکتا ہے

تماشے ہم نے سیم و زر کے پردے میں بہت دیکھے
دُلہن بیٹی سی لگتی ہے تو دولہا باپ لگتا ہے

ہم اِن پتھر دِلوں کی بستیوں میں کیا رہیں پارس
جہاں بُلبل قفس میں ہے جہاں صیّاد بکتا ہے

آئینہ

بہاروں میں آؤ یا آؤ خزاں میں
مرا پیار پاؤ نشیلے سماں میں

میں بلبل نہیں ہوں جو رونق کی پیاسی
ہے میرے لئے اک خوشی یا اداسی
محبّت ہے بکھری مرے آستاں میں

بہاروں میں آؤ ....

بڑی مطلبی ہے یہ دو رنگی دنیا
ہر اک پل دکھائے نرالا تماشہ
سدا لطف باقی ہے آہ و فغاں میں

بہاروں میں آؤ ....

ہے باہر الگ رنگ اندر نرالا
بدن اس کا اجلا مگر من ہے کالا
بہت فرق اس کے زمین آسماں میں

بہاروں میں آؤ ... ...

مالی نے سینچا پیارا گلشن دے کے اپنا خون پسینہ
سردی ہو یا ساون بھادوں یا گرمی کا جلتا مہینہ

آندھی چلے کہ بجلی گرے یا گھر آئیں گھنگھور گھٹائیں
بدلی نہ اس نے پل کے لئے بھی جیون کی دشوار دشائیں
پت جھڑ میں بھی اس نے سکھایا جی کر ہنسنا ہنس کر جینا

جب جب گلشن میں آجائیں بھنوروں کی وہ لمبی قطاریں
رس چوسیں کھلتی کلیوں کا لوٹنے آئیں ساری بہاریں
اپنی ہمت کی شکتی سے بڑھ کر اس نے سب کچھ چھینا،

تنہا سمجھ کر روپ بدل کر جانے کتنے گلچیں آئے
منہ کی کھا کر لوٹ گئے سب پھر آنے کی سوچ نہ پائے
ہر ذرے میں گونج رہی ہے اسکی پیاری میٹھی بینا

دیکھ کے اس کو دل دھڑکے ہے آنکھیں ہو جائیں پرنم
اس نے سب کو خوشیاں بانٹیں اور اپنایا ہر اک غم
آنسو پی کر گھائل ہو کر دکھلایا ہے جیون جینا
مالی نے سینچا پیارا گلشن دے کے اپنا خون پسینہ

مالک اندرا جی کو لیکر تو نے چھینی ہے تقدیر
بنا رہی تھی اپنے بھارت کی جو ایک نئی تصویر

ابھی اڑیسہ سے آئی تھی برکھا آشا کی برسا کے
ناداروں کو دی تھی تسلی ٹوٹے گھروں میں جا جا کے
خون بہلتے نینوں کو اب آ کر کون بندھائے دھیر
مالک اندرا جی کو لیکر ....

چیخ و پکار ہے، شور بپا ہے ماتم ہے امیدوں کا
ایک قیامت ہے دھرتی پر بدلا رنگ نصیبوں کا
دنیا بھر میں ہے ہنگامہ ہر انسان ہوا دلگیر
مالک اندرا جی کو لیکر تو نے ....

اندرا جی نے جب سے اپنا ہوش سنبھالا بھارت میں
آزادی کی جنگ لڑی پھیلایا اُجالا بھارت میں
محلوں کی رانی تھی لیکن برسوں رہی جیلوں میں اسیر
مالک اندرا جی کو لے کر تو نے ....

اپنے پتا کے ساتھ کیا پھر اُس نے سیوا کا آغاز
دیش کے کونے کونے میں پھر پھیل گئی اسکی آواز
رفتہ رفتہ بن گئی آخر ایک مفکّر باتدبیر
مالک اندرا جی کو لیکر ....

ایسی نہی شاگرد کہ اس پر ناز بھی کرتے تھے ٹیگور
اس کے دم سے بھاگے اندھیرے ہو گئی پھر چھپے سے بھور
اُس نے سمئے کے ماتھے پہ لکھی ایک سنہری سی تحریر
مالک اندرا جی کو لیکر تو نے ....

جیتیا چناؤ بریلی کا تھا سب کہتے تھے بٹیا رانی
رستوں کو ہریالی ملی تھی ملا تھا کھیتوں کو پانی
سب اُس کی پوجا کرتے تھے اس کے کام کی تھی تاثیر
مالک اندرا جی کو لیکر تو نے ....

کرتی رہی یہ فاصلہ کم زرداری اور ناداری کا
دیش میں سب سے بھاری پھر کم مسئلہ تھا بیکاری کا
اسکی ساری کوشش یہ تھی جنتا خوش ہو بہیں نہ نیر
مالک اندرا جی کو لے کر تو نے ....

نہ وابستہ آندولن کی یہی تو تھی سالار جہاں
بڑی بڑی مچھلی سے بچائی ہر اک چھوٹی مچھلی کی جاں
بڑے بڑے ملکوں کے دل میں چبھ گئے آخر لاکھوں تیر
مالک اندرا جی کو لے کر تو نے ....

سولہ برس میں کیسے کیسے اُس نے کام دکھائے تھے
گاؤں گاؤں میں گلی گلی میں لاکھوں دیپ جلائے تھے
ایک گھاٹ تھے شیر اور بکری ساتھ ساتھ جمنا کے تیر
مالک اندراجی کو لیکر تو نے ....

مانوتا کی پجارن تھی وہ بھید بھاؤ سے خالی
اس کے لئے تھے سبھی برابر پنجابی یا بنگالی
ہندوستان کی ماتما تھی وہ ممتا کی تھی اک تصویر
مالک اندراجی کو لیکر تو نے ....

محنت اور لگن سے اُس نے ہر اک کو خوشحال کیا
بیس نکاتی منصوبے سے دیش کو مالامال کیا
دیش کی جنتا کے سیوک تھے اس کی کابینہ کے وزیر
مالک اندراجی کو لے کر تو نے ....

فلمساز ہدایت کار بی۔ آر۔ چوپڑہ کا پیغام

"آئینہ" کے نام

جناب پارس بدھوانی نہ تو کوئی فلمی شخصیت ہیں اور نہ ہی میں شاعر ہوں۔ اس کے باوجود ہم پچھلے تیس برسوں سے ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جناب پارس انشورنس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ اور زندگی کی ریاضیات کو سلجھایا کرتے ہیں۔ جن سے یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ وہ زندگی کے احساسات کی ناز برداریاں بھی کر سکیں گے۔ اور اپنی شعری سلطنت میں بھی حیران کُن کارنامے انجام دیں گے۔ لیکن زندگی ایک خلافِ قیاس صداقت ہے جہاں انسانی ذہانتوں کی بوالعجبی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔

بدھوانی صاحب اس کی ایک مثال ہیں۔ وہ ایک پیشہ ور شاعر نہیں ہیں بلکہ فطری اور وجدانی شاعر ہیں۔ اسی لئے شاید آپ کو اُن کی شعری تمثیلوں میں کوئی فروگذاشت یا تصنّع نظر آجائے مگر وہ اپنی تخلیق اور موضوعاتی مقاصد سے اس کی تلافی کر دیتے ہیں۔ ان کی شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد بہر حال آپ بھی میری طرح اس منزل پر ضرور پہنچیں گے کہ وہ ایک حسّاس ذہن کے حامل ہیں جو زندگی کی دشواریوں سے مضطرب ہوا ہے۔ اور المیہ کی جاں سوزیوں سے واقف ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پارس کی شاعری اپنے گرد بدبختانہ مسائل اور نامساعد حالات کی بیخ کنی کرتی نظر آتی ہے۔ جس کا اظہار اور ایماندارانہ توثیق وہ بڑے تنقیدی انداز میں کرتے نظر آتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش اور سماجی ناانصافیوں پر ان کی تڑپ ہر شخص محسوس کر سکتا ہے۔ جسے وہ اپنے خام اور کھردرے شعور کے تحت دریافت کرتے ہیں اور بڑی دیانتداری سے بیان کر دیتے ہیں۔

"آئینہ" اس شعری انتخاب کا بڑا موزوں عنوان ہے۔ جس کا رخ اپنے ملک کے سماجی مسائل کی طرف ہے۔ جو دیش کو اس ہلاک مرض کی شکل دکھا رہا ہے۔ یہ "آئینہ" پارس کے حسّاس ذہن کا آئینہ دار بھی ہے جو بڑی حد تک زندگی سے ہم آہنگ ہے۔

ہمیں بہت سی توقعات کے ساتھ یہ دعا بھی کرنا چاہئے کہ جناب پارس بدھوانی کی اس اوّلین کوشش کو قارئین کرام شرفِ قبولیت بخشیں یہی اِس نوجوان شاعر (جناب بدھوانی کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی ہے) کی ہمّت افزائی ہوگی ——— تمام تر نیک خواہشات کے ساتھ۔

B.R. CHOPRA.